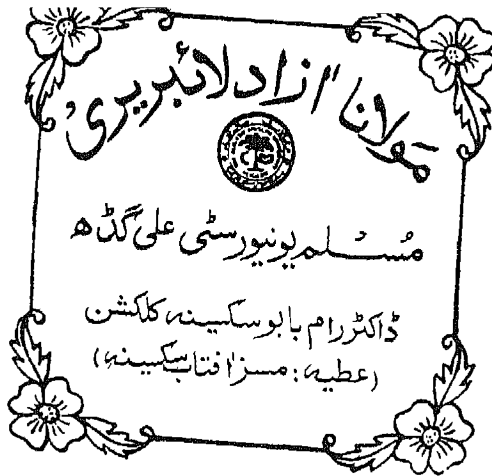


سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو نمبر ۱۷

مخزن شعراء

یعنی

تذکرہ شعرائے گجرات

مؤلفہ

قاضی نور الدین حسین خاں صوفی فائق مرحوم

مرتبہ

مولوی عبد الحق صاحب بی اے (علیگ) معتمد اعزازی

انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن

مطبوعہ جامعہ پریس دہلی

سنہ ۱۹۳۳ء

قواعد وضوابط انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (دکن)

(۱) سرپرست وہ ہوں گے جو پانچ ہزار روپے یک مشت یا پانسو روپے سالانہ انجمن کو عطا فرمائیں (ان کو تمام مطبوعات انجمن بلا قیمت اعلیٰ قسم کی جلد کے ساتھ پیش کی جائیں گی)

(۲) معاون وہ ہونگے جو ایک ہزار روپے یکمشت یا سالانہ سو روپے عطا فرمائینگے (انجمن کی تمام مطبوعات ان کو بلا قیمت دی جائیں گی۔

(۳) رکن دامی وہ ہونگے جو ڈھائی سو روپے یکمشت عطا فرمائینگے انکو تمام مطبوعات انجمن مجلّد نصف قیمت پر دیجائیں گی۔

(۴) رکن معمولی انجمن کے مطبوعات کے مستقل خریدار ہوں گے جو اس بات کی اجازت دینگے کہ انجمن کی مطبوعات طبع ہوتے ہی بغیر دریافت کئے بذریعۂ قیمت طلب پارسل ان کی خدمت میں بھیجدی جائیں (ان صاحبوں کو تمام مطبوعات پچیس فیصدی قیمت کم کرکے دیجائینگی) مطبوعات میں انجمن کے رسالے بھی شامل ہیں۔

(۵) انجمن کی شاخیں (کتب خانے) وہ ہیں جو انجمن کو یکمشت سوا سو روپیہ یا بارہ روپے سالانہ دیں (انجمن انکو اپنی مطبوعات نصف قیمت پر دیگی)

انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن

اپنے اُن مہربان معاونین کی ایک فہرست مرتب کر رہی ہے جو اس بات کی عام اجازت دیں کہ آئندہ جو کتاب انجمن سے شائع ہو وہ بغیر انسے دوبارہ دریافت کئے تیار ہوتے ہی اُنکی خدمت میں بذریعہ وی پی روانہ کر دیجایا کرے، یا اصحاب انجمن کے رکن ہونگے ان کے اسمائے گرامی اس فہرست میں درج کئے جائیں گے اور انجمن سے جو نئی کتاب شائع ہوگی فوراً بغیر دریافت کئے روانہ کر دیجایا کرے گی۔

ہمیں امید ہو کہ ہمارے وہ معاونین جو اردو کی ترقی کے دل سے بہی خواہ ہیں اس اعانت کے دینے میں دریغ نہ فرمائینگے ان معاونین کی خدمت میں کل کتابیں جو آئندہ شائع ہونگی وقتاً فوقتاً چوتھائی قیمت کم کرکے روانہ ہونگی۔

المشتہر

انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (دکن)

فہرست

مقدمہ

سر محمد اقبال کہا کریں کہ اُردو میں شعر نازل ہی نہیں ہوتے، مگر نہ معلوم اس میں کیا کشش ہے کہ آج نہیں صدیوں پہلے سے اس کی فرمانروائی پنجاب، دوآبے، بہار اور بنگالے ہی پر نہیں گجرات اور دکن تک پہنچ گئی تھی۔ اس تذکرے کے فاضل تقریظ نگار نے صحیح لکھا ہے کہ اس وقت جتنے شعرائے مسلّم ہیں وہ سب ہندی (اُردو) کی طرف مائل ہیں اور فارسی عربی کی اب وہ گرم بازاری نہیں رہی ہے۔ اپنی زبان چھوڑ کر دوسروں کی زبان میں لکھنا گویا اہل زبان کا منہ چڑانا ہے۔ کسی کو کیا پڑی ہے کہ خونِ جگر کھاتے اور "بدنگفتہ" کی تحسین سے۔ یہ تو وہی مثل ہوتی کہ مرغی اپنی جان سے گئی اور کھانے والے کو مزہ نہ آیا۔ بات یہ ہے کہ اُردو میں ہندی کی بھی شان ہے اور فارسی کی بھی اور یہ بہت بڑی وجہ اس کی عام مقبولیت کی ہے۔ اور سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ اپنی زبان ہے۔ غیر زبان پر ہزار قدرت ہو اپنی زبان کی سی بات نہیں آتی۔ ہمیشہ غیروں کا محتاج رہنا یہانتک کہ بولی میں بھی، پھر اُن کا سا لہجہ بنانا، انھیں کے لفظوں میں سوچنا، انھیں کی طرح خیال ادا کرنا، نقالی اور بے ہتی تو ہئی بے غیرتی بھی ہے۔ نقالی آخر نقالی ہے اور جدّت کی دشمن یہی وجہ ہے کہ فارسی میں شاعری (یا اردو میں اس کی نقل) کرتے کرتے جدّت کھو بیٹھے۔ کچھ عرصے سے اُردو میں نیا رنگ اور نئی سکت پیدا ہو گئی ہے، اور اب انشاء اللہ الہام بھی اسی میں ہوا کرے گا، اور کوشش کرنے پر بھی غیر زبان میں نہیں ہو گا۔

خطۂ گجرات اپنی خصوصیات کی وجہ سے ہندوستان کے صوبوں میں ممتاز حیثیت

رکھتا ہے۔ مسلمان سیاحوں اور شاعروں نے اس کی آب وہوا، حسن ونزاکت، اور صنعت وحرفت کی بیحد تعریف کی ہے۔ مسلمانوں کا تعلق اِس خطّے سے اُس وقت سے ہے جب سلطان محمود غزنوی سومنات کے ارادے سے ملتان ہوتا ہوا نہروالہ پٹن کی نواح میں پہنچا۔ راجا مقابلے کی تاب نہ لاکر فرار ہو گیا۔ پٹن سلطان کے قبضے میں آگیا۔ یہاں سے سامانِ رسد کا انتظام کرکے سومنات کی طرف روانہ ہوا۔ قطب الدین ایبک نے بھی ایک حملہ نہروالہ (گجرات) پر کیا تھا۔ لیکن اصل تعلق گجرات کا سلطنت دہلی سے علاؤالدین خلجی کے عہد میں ہوا۔ سلطان نے الغ خاں (یا الپ خاں) کی سرکردگی میں ایک لشکرِ فتحِ گجرات کے لئے بھیجا (سنہ ۶۹۶ھ) گجرات فتح ہو گیا، اور اس وقت سے اس خطے پر سلطنت دہلی کی طرف سے ناظم رہنے لگا۔ یہ سلسلہ محمد شاہ بن فیروز شاہ (وفات سنہ ۷۹۶ھ) کے عہد تک جاری رہا۔ اس وقت سلطنت دہلی کی حالت متزلزل ہو رہی تھی بادشاہ نے رعایائے گجرات کی فریاد پر جو ناظم راستی خاں کے مظالم سے تنگ آگئی تھی ظفر خاں مخاطب بہ اعظم ہمایوں بن وجیہہ الملک کو ناظم کی تنبیہہ کے لیے روانہ کیا۔ ظفر خاں مظفر ومنصور ہوا اور راستی خاں مارا گیا (سنہ ۷۹۳ھ)۔ ابھی یہ گجرات کی انتظامی حالت درست ہی کر رہا تھا کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ سلطنت پہلے ہی سے ضعیف ہو رہی تھی کہ اسی اثنا میں امیر تیمور نازل ہوئے، رہی سہی حالت اور بگڑ گئی، اور تمام ملک میں پریشانی پھیل گئی۔ ظفر خاں جو گجرات میں ناظم کی تنبیہ کے لئے آیا تھا مظفر شاہ کے نام سے خود مختار بن بیٹھا (سنہ ۸۱۰ھ) اور گجرات میں شاہی خاندان کا بانی ہوا۔ اس خاندان نے سنہ ۹۸۰ھ تک شان وشوکت سے حکومت کی۔ اس کے بعد یہ خطہ اکبر بادشاہ کے عہد میں ممالکِ محروسۂ ہندوستان سے ملحق ہو گیا۔ اور سلطنت دہلی کی طرف سے صوبیدار رہنے لگا۔

اس مختصر تاریخی خاکہ سے ظاہر ہے کہ گجرات کا تعلق دلّی کی اسلامی حکومت سے

ابتدا سے رہا ہے اور وہاں کے امرا اور علما کے علاوہ ہزارہا لشکری اور صناع وغیرہ گجرات میں آکر آباد ہو گئے۔ اور گجرات سلطنتِ دہلی کا بہت ممتاز صوبہ ہو گیا۔ احمد آباد، سورت اور پٹن کے نام ایسے ہی مشہور و معروف ہو گئے جیسے دلی، آگرہ اور الہ آباد وغیرہ کے۔ اس کا اثر وہاں کی معاشرت پر طرح طرح سے پڑا، خاصکر وہاں کی زبان پہ جو بدل کر کچھ کی کچھ ہو گئی۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ دلی کی حکومت یا اہلِ دہلی نے جس جس خطے میں قدم رکھا خواہ وہ پنجاب ہو یا گجرات، دکن کے صوبے ہوں یا مدراس وہاں انھوں نے زبان پر اپنا نقش ضرور چھوڑا ہے اور وہ نقش ایسا گہرا ہے کہ اب تک اجاگر نظر آتا ہے۔ اس بارے میں اہل اللہ اور صوفیا کو نہیں بھولنا چاہیئے، اُن کے نام اس فہرست میں سب سے پہلے آتے ہیں۔ ان کی یہ خدمت دینی خدمت سے کچھ کم نہیں ہے۔ گجرات میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں نے اپنی تعلیم وتلقین کے لیئے اُس زبان سے کام لیا ہے جو عوام میں بولی یا سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت قطب عالم (ولادت ۷۹۰ھ وفات ۸۵۷ھ) وحضرت شاہ عالم (ولادت ۸۱۷ھ وفات ۸۸۰ھ) شیخ بہاء الدین باجن (وفات ۹۱۲ھ) وسلطان شاہ غزنی (وفات ۹۲۲ھ) کے اقوال جو ہندی اور ہندی آمیز اُردو میں ہیں اب تک موجود ہیں۔ ان کے علاوہ شاہ علی جیو گام دھنی (وفات ۹۷۳ھ) کا پورا دیوان موسوم بہ جواہر الاسرار ہندی زبان یعنی قدیم ہندی آمیز اُردو میں اب بھی پایا جاتا ہے اور میاں خوب محمد چشتی (وفات ۱۰۲۳ھ) کی کتاب خوب ترنگ قدیم گجراتی اُردو میں ہے۔ یہ حضرات اپنی زبان کو عربی وعجمی آمیز گجراتی کہتے تھے۔ جس کے معنے قدیم گجراتی اردو کے ہیں۔ اسی طرح شاہ وجیہہ الدین علوی (وفات ۹۹۸ھ) اور ان کے بھتیجے سید شاہ ہاشم علوی (وفات ۱۰۵۹ھ) کے اقوال بھی اسی زبان میں اُن کے ملفوظات میں پائے جاتے ہیں۔ امین گجراتی نے یوسف زلیخا ۱۱۰۹ھ میں لکھی۔

اگرچہ وہ اپنی زبان کو گوجری یا گجراتی کہتا ہے لیکن خالص پُرانی اُردو میں ہے البتہ کہیں کہیں گجراتی لفظ بھی آجاتے ہیں۔

زبان کی اس اجمالی کیفیت سے ظاہر ہے کہ اُردو کی ابتدائی نشو و نما دکن کی طرح گجرات میں بھی بہت پہلے سے شروع ہوگئی تھی۔ یہ مقام اس مضمون کی مفصل بحث کا نہیں ہے لیکن سرسری ذکر جو اوپر کیا گیا ہے اس لیے ضروری خیال کیا گیا کہ قابل مولف تذکرہ نے اس کا مطلق ذکر نہیں کیا۔ کیا اچھا ہوتا کہ وہ قدیم گجراتی اُردو کے شعرا کے حالات بھی اس تذکرے میں شریک کر دیتے۔ مولف نے اس بارے میں یہانتک احتیاط کی ہے کہ اگر کسی شاعر کے کلام میں کچھ اشعار پرانی زبان کے آگئے ہیں تو دانستہ ان کے انتخاب سے پہلو تہی کی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو تذکرہ ثنا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ "محاورہ اش با محاورۂ حال فرقے وارد.... امّا ایں یک دو شعر کہ موافق محاورۂ جدید اہل گجرات است، از سفائن قدیمہ بہم رسید، دریں اوراق ثبت گردید"۔ ذاکر کے بیان بھی اشعار کے انتخاب کے وقت "زبان جدید گجرات" کا اعادہ کیا ہے۔ یہاں تک کہ **ولی** کے متعلق بھی یہی فرماتے ہیں کہ "ایں چند اشعار محمد ولی کہ مطابق روزمرۂ جدید گجرات است از دیوانش انتخاب کردہ شد"۔ مولف کو قدیم زبان سے کچھ انس نہیں اور اس لیے انھوں نے نہ تو قدیم شعرا کا ذکر کیا ہے اور نہ متاخرین کے ایسے اشعار درج تذکرہ کئے ہیں جن میں قدیم زبان کی بو باس پائی جاتی ہے۔ تذکرے میں بارہویں اور زیادہ تر تیرھویں صدی کے شعرا کا ذکر ہے۔

اگرچہ وہ شعرا کے حالات سے زیادہ بحث نہیں کرتے اور نہ اس بارے میں تحقیق و تلاش کی زحمت گوارا کرتے ہیں، سنہ وفات وغیرہ بھی سوائے دو چار کے کسی کا نہیں لکھا، لیکن **ولی** کے معاملے میں انھوں نے پرانی بحث کو پھر چھیڑ دیا ہے کہ وہ گجرات کے تھے یا اورنگ آباد کے۔ سب سے پہلے میر تقی میر نے اپنے تذکرے میں

اسے اورنگ آباد کا لکھا ہے۔ یہ نہیں کھلا کہ اُن کی اس اطلاع کا ماخذ کیا ہے۔ ممکن ہے کہ عزلت کے بیاض میں (جس سے میر صاحب نے استفادہ کیا ہے) اس کا کچھ اشارہ ہو یا اُن کی زبانی معلوم ہوا ہو۔ شفیق اورنگ آبادی نے بڑے شد و مد سے ولی کو اورنگ آبادی لکھا ہے۔ اور گجرات کی نسبت کو غلط محض بتایا ہے۔ لیکن خواجہ خاں حمید اورنگ آبادی (معاصر میر صاحب) اپنے تذکرہ گلشن گفتار میں اُسے گجرات ہی کا بتاتے ہیں۔ قائم نے اپنے تذکرۂ مخزن نکات میں اس کا مولد گجرات لکھا ہے۔ تذکرۂ گلزار ابراہیم میں بھی اُسے گجرات ہی سے منسوب کیا ہے۔ گردیزی نے "در دکن چہرۂ ہستی افروختہ" لکھ کر چھوڑ دیا ہے کسی مقام کی تخصیص نہیں کی۔ سرور اور قاسم نے باشندۂ دکن اور شوق نے اورنگ آبادی لکھا ہے۔ آزاد نے بھی اس کا وطن گجرات قرار دیا ہے۔ یہ اختلاف ایک مدت سے چلا آرہا ہے اور اس وقت اس کا قطعی فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ جو لوگ ولی کو دکن (اورنگ آباد) کا کہتے ہیں وہ اُس کا یہ شعر سند میں پیش کرتے ہیں۔

ولی ایران و توراں میں ہے مشہور　　اگرچہ شاعر ملک دکن ہے

ایک دوسرے شعر میں دکھنی زبان کا ذکر یوں کیا ہے۔

دکھنی زباں میں شعر سب لوگاں کہیں ہیں اے ولی
لیکن نہیں بولا ہے کوئی اک شعر خوش تر زیں نمط

لیکن اس تذکرے کے مؤلف کی رائے میں "ملکِ دکن" سے وہ خاص خطّہ مراد نہیں ہے جو گجرات سے الگ نربدا کے جنوب میں واقع ہے۔ تاریخی اور جغرافی نظر سے یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ فارسی تاریخوں میں گجرات اور دکن، گجراتی اور دکنی دو الگ الگ خطّے اور باشندے ہیں۔ لیکن عام طور پر بعض اوقات دکن کا اطلاق اُس تمام خطّے پر بھی کیا جاتا ہے جس میں گجرات بھی شامل ہے۔ اس کی سند تذکرہ

گلزار ابراہیم سے بھی ملتی ہے۔ چنانچہ صاحب تذکرۂ مذکور ولی کے بیان میں لکھتے ہیں
"ولی دکھنی، شاہ ولی اللہ، اصلش از گجرات و در شعرائے دکھن مشہور و ممتاز است"
اگرچہ وہ اسے گجرات کا باشندہ کہتا ہے مگر شعرائے دکن میں شمار کرتا ہے۔

اس تذکرے کا مولف بھی دکن سے یہی مراد لیتا ہے اور کہتا ہے کہ "ولایت گجرات بہ نسبت دہلی و اکبر آباد سمت جنوب کہ ہندیان دکھن گو ہند واقع است"، نیز وہ کہتا ہے کہ بلدۂ احمد آباد کے ثقات سے یہی سننے میں آیا ہے کہ ولی گجرات کا باشندہ تھا۔
چونکہ ولی کا اکثر زمانہ احمد آباد میں بسر ہوا اور تعلیم بھی وہیں ہوئی، سورت کی مدح میں ایک مثنوی تصنیف کی اور گجرات کے فراق میں کچھ اشعار لکھے، اور اس کا مدفن بھی احمد آباد میں ہے، اس لئے اکثر لوگوں نے اُسے گجراتی ہی قرار دیا۔ اور اس کا وطن بجائے اورنگ آباد گجرات ہی مشہور ہو گیا۔

اگرچہ صاحب تذکرہ نے ازراہ انکسار محاورۂ شعرائے گجرات کے متعلق اہل دہلی و لکھنؤ سے معذرت کی ہے، لیکن حق یہ ہے کہ ان شعرا نے زبان اُردو کو بڑی خوبی سے لکھا ہے اور ان کی زبان کسی طرح دلی اور لکھنؤ کے عام شعرا سے کم نہیں ہے، بلکہ بعض ان میں استادانہ حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی زبان کی فصاحت اور صفائی میں کلام نہیں ہو سکتا۔ تذکرے کے مطالعہ کے بعد حیرت ہوتی ہے کہ گجرات میں اس کثرت سے شاعر تھے اور شعر و سخن کا اس قدر چرچا تھا۔ میر عزت اور میاں سجھو کی وجہ سے اس ذوق کو اور بھی فروغ ہوا، ان دو صاحبوں کے شاگرد کثرت سے تھے۔ گجرات کے مسلمان اُردو کو اپنی قومی زبان سمجھتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے اور جہاں تک معلوم ہوا ہے اس خطے کے مسلمانوں میں اس کا عام رواج تھا اور اب بھی یہی حال ہے۔ افسوس ہے کہ اس زمانے میں وہاں شعر و سخن اور اردو ادب کی ترقی کا وہ ذوق و شوق باقی نہیں رہا اور ضرورت اس امر کی ہے کہ اس شوق کو پھر زندہ کیا جائے۔

مؤلف تذکرہ قاضی نورالدین حسن خاں رضوی فائق بھڑوچ (گجرات) کے رہنے والے تھے۔ اس نواح میں ان کا خاندان علم وفضل کی وجہ سے بڑی عزت و احترام سے دیکھا جاتا تھا اور اب تک اس خاندان کے لوگ اسی عزت و وقار سے بسر کر رہے ہیں۔ قاضی صاحب مرحوم علاوہ عالم و فاضل ہونے کے شاعر بھی تھے اور فارسی اردو دونوں میں شعر کہتے تھے۔ اس تذکرے سے اُن کا ذوق سخن ظاہر ہوتا ہے۔ اشعار کا انتخاب ذوق سخن کا معیار ہے۔

قاضی صاحب مرزا غالب کے ہم عصر تھے اور اُن سے سلسلۂ خط وکتابت بھی تھا قاضی صاحب کے ایک خط سے جو مرزا صاحب کے نام ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے کسی امر کی نسبت جو قدیم فارسی یا زردشتی مذہب کے متعلق تھا یہ لکھا تھا کہ جمشید جی پارسی سے (جو قاضی صاحب کا ہم وطن تھا) دریافت کر کے لکھیں۔ قاضی صاحب جواب میں لکھتے ہیں کہ اس وقت سیٹھ صاحب یہاں نہیں ہیں آنے کے بعد آپ کا پیام پہنچا دونگا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے فارسی زباندانی پر جو عبور اور زبان کے غوامض و اسرار پر جو قدرت جناب کو عطا فرمائی ہے وہ اس سیٹھ بیچارے کو کہاں حاصل ہے۔ اس کا مذہب زردشتی ہوا تو کیا ہوتا ہے۔ یہاں پارسی آئین زردشتی سے بیزار ہیں اور بہت انگریزی پسند ہو گئے ہیں۔ بعض جو اب تک اپنے مذہب کے پابند ہیں وہ اصل کتابوں کو نہیں سمجھتے بلکہ بعض ژند و پاژند کی کتابوں کو گجراتی حروف میں لکھ لیا ہے جسے صبح و شام رٹتے رہتے ہیں۔ یہ خط بڑا پر لطف ہے۔

قاضی صاحب مرحوم نے اس تذکرے کا مسودہ بھی مرزا صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا، بعد ملاحظہ مرزا صاحب نے جو خط لکھا ہے وہ بطور یادگار کے اس تذکرے کے آخر میں درج کر دیا گیا ہے۔

علاوہ اس تذکرے کے مرزا صاحب کی اور بھی کئی تالیفات ہیں۔ جن میں سے

جواہر الفقہ اور تحفۃ العرفان مطبع نول کشور میں طبع ہو چکی ہیں۔ دو ایک کتابیں غیر مطبوعہ اب تک ان کے خاندان میں موجود ہیں۔ قاضی صاحب نے ۱۲۸۶ھ میں انتقال کیا۔

یہ تذکرہ جو انجمن نے طبع کیا ہے دو مختلف نسخوں سے تیار کیا گیا ہے۔ ایک نسخہ قاضی صاحب کے خاندان میں تھا جو اُن کے قابل پوتے اور ہمنام قاضی نورالدین حسین صاحب نے بکمال عنایت و شفقت ہمیں عنایت فرمایا۔ دوسرا نسخہ بمبئی یونیورسٹی کا ہے۔ ان دونوں کے مقابلے اور تصحیح کے بعد یہ نسخہ تیار کیا گیا ہے۔

آخر میں میں اپنے قابل شاگرد مولوی شیخ چاند صاحب۔ ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی، ریسرچ اسکالر (عثمانیہ یونیورسٹی) کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے بھروچ کے نسخے کے بہم پہنچانے اور دونوں نسخوں کے مقابلے اور قاضی صاحب کے حالات دریافت کرنے میں مجھے مدد دی۔

عبد الحق

سکرٹری انجمن ترقی اُردو (اورنگ آباد۔ دکن)

۳۰ اپریل ۱۹۳۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فروغ بخشی نقش طرازی این سفینہ ورشک کارنامہ مانی شدن این نامہ بتوجہ جلال
غواص سخندانی، باریک بین اشارات معانی، اکمل الاماثل میر کمال الدین حسین المخلص
کمال کہ بخامہ بلاغت طراز سحر ساز آرائش۔

در گلشن حمد تو بیان نیست مرا	سوسن مثلے نطق زبان نیست مرا
تن زد شدہ ام بصد زبان ها کمال	گویا کہ زبان در دهان نیست مرا

اثنیہ وافرہ بہار پیرائے را سزد کہ شگوفہ کاری ہائے غصون ارواح ریاض طبائع
سخن وران رنگین گفتار از رشاشہ غمام مکرمتش نخوت فروش گلہائے بہاری و مدائح متکاثرہ
بآن نیسان آرائی کہ جلوہ فزائیہائے سموت یواقیت دروح فصوص نکتہ رسان براقت
افکار از تشارق انوار مرحمتش حسرت فروز خطوط شعاع صہبائے دو آتشہ نظم و نثر حریفان
سرمست مے پرستی ہائے خمخانہ سخن بہ کیفیت نیایش او تقدس و تعالےٰ از جرعہ تا سبو درخمار دوشی
ہائے نارسائی ہزار لب بخمیازہ می کشاید و گلدستہ لفظ و معانی نخل بندان تر دماغ نظارگی ہائے
بہارستان خیال بحقیقت ستایش او جل و علا از رنگ تابو در خزان نمائی ہائے بے ادراکی صد
خار شکستن بجامہ می رباید اگر آن ہمہ رنگین ہاست کہ بجلوہ می نماید جز رنگ تغیر دیگی بندد و اگر
این ہمہ شگفتگی ہاست کہ بر روے بہار دے دفع خجالت بر نمی خندد آتش دل را ضبط نفس گرہ مضبوط
است بناچار بیست ورنہ بیک گرمی شعلہ تا نفس برکشند کارخانہ شفق خاکستر آب گل را ربط
جمعیت کہ مربوط است از بیچارگی و گرنہ بیک لطمہ موجہ تا مژگان برہم زنند آشیانہ بلبل ابتر۔

اگر کشتی مے بگردش است تہ نشین ہا بہزار تلاطم موج خیز و گر دستۂ گل بہ بند دش است
واماندگی ہا بہزار رنگ جلوہ ریز بلبل بپاس تسادی حال برنگ گل زبان سرود ندارد
عزم نالگی نغم ستایش معلوم اما درین گلشن حروف تعارف کہ بجز سوسن نمی بندد۔ اگر آہنگ
دام بر خود پسند دہم صدایش خیالیست موہوم و طوطی را بزہرہ نوائے ہرش آئینہ
عجز در پیش حیرت سنجی ہا رنگ فروز عالم تصویر است۔ اگر نوائے سرمی زند ہمنوائی
عکس خویش ورنہ این ہمہ از نارسائی ہائے کنہش درماندہ اند کہ فصیح خوانان طلیق زبان
بلیغ دانان ذلیق لسان برنگ ریزہائے ستودش چہرہ خجالت بیک دست بستہ وشایانست
بلکہ غواصان محیط دریا حباب معرفت کہ از کج لطمہ آشنائی می دارند و از چار موجہ گرداب
شناسائی تا بہ پایہ دستاوری گوہر حقیقت سالہا کہ بقصرش میروند ہنوز چون کف آوارہ گرد
بالا گردان بردن جوئے پیرا نسان کہ افضل مخلوقاتست و اشرف موجودات با وجود این
مدارج سر غنہ باعتراف کنہش بار ناشناسی را حلیۂ اعناق گردانیدہ پس آن اشیاء
رذیلہ را چہ امکان کہ از عہدہ سپاس بر آید اما بچشم حقیقت بین نگاہ تامل درین نگارستان
نمائی ہر یکے را نگیست از فروغ انوار الہی اگر گل را قبائے شادابی در بر است و تاج رعنا
بر سر خار را از و بکمتر مپندار و گر خورشید را فروغ جہان تابی میسر ست و در رفعت
باسیحا برابر ذرہ را از و پست پایہ مشمار کہ این ہمہ را باختلاف الوان و صور ظہوری از وست
بلکہ خود اوست کہ از خلوتخانۂ غیب بکثرت گاہ شہود متجلی شدہ بجلوہ ہائے رنگارنگ خود ز
امتلائے و این ہمہ خون گرمیہائے چمن طراز ظہور بہر یک گل سرسبد عدنا آنست یعنی آنجناب
وحدت منزل کثرت نشان و فصیح امی لقب لدنی بیان لامکان سیر از مکان گذشتہ
براق سوار و تنہا رفتہ باز دارندہ جبرئیل بجائے قرار ستمند فرمائے پیغمبران بہ تمنائے امت
در مراتب جلیل و پایہ بلند ساز امتیان کہ انبیاء بنی اسرائیل قرآن تنزیل مہبط جبرئیل خاتم
المرسلین باعث ایجاد تکوین سرور انبیا سید اصفیا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

که مرقع آرائے ندرت نگارہ وجود ہر کجا نقشے کہ برآمد رنگ پذیر حسن ظہور اوست و صحیفہ
پیرائے بدیع طراز شہود ہر کجا رنگے کہ بربست جادہ گیر تلمع نور او اما بعد واضح کہ آئینہ
اہور سخن پرپرِ موبہلے مضامین خوشتن آرا آئینہ یوسف نمائے وپیش دار و نظارگیان را
ہوائے زلیخائے در سر فہم معانی دلفریب وضع خراش پرستندگی است کہ بسنگولی ہائے تحقیق
تدقیق تا خم گردن چاک گریبان نگیرد نکتہ دانی از تیرہ ذوقاں روشن دید بدمالیہائے غور عمیق
تا غبار عبارت سرمۂ چشم نگردد بار یک بینی از دیدۂ تصویر مہرین زہے نسخۂ بے نظیر و مجموعۂ
دلپذیر کہ یکتائے معانی از قید دوئی وارستہ و بکثرت لطف مضامین بدلہائے خلائق
حاجت تبدلی نیست کہ ہمتائش درآید و دلے نماند کہ بدلربائش نپرداز و لیشت گرمی تمازت
آفتاب رنگ ہر لعلے کہ بمعدن ریخت بصد جان نثار گوہر معانی یمن گردید و خون گرمی
اہتزاز شمال ہر غنچۂ گلشن کہ برروئے آب آورد ہزار دلفگار دستۂ مضامین رنگین اگر دائرہ
فلک فلک است جز بہ آہنگ بلاگردانی سرے ندارد و اگر کرۂ زمین است جز بہ نقش محویت
خبر سے قیس و مجنوں وحشی ایں ویرانہ است و کوہ کن نیے تواں یکے از عمود ایں ہواخانہ
جنوں جولانی ہائے ذوق نکتہ دانی بعجز نارسائی ہائے بلاغت فقراتش ہزار جادہ بے استعدادی را
دریا نوردہ خیال جہاں گردی دشوار و گریبان چاکیہائے شوق ورق گردانی بجوشش
نظارگی ہائے تماشائے صفحاتش صد گلشن سینہ ریشہا وانمودہ سبزۂ خوابیدہ زہر خوردہ -
بہار زنگار از بوقلمونیہائے گلہائے مضامین رشک صد گلستاں در یک امن است و از
شگفتگی ہائے خیالات رنگیں یک فلک خون شفق برگردن اگر جملہ بتان چین است جان دادہ
یک کرشمہ جہاں برباد اوست و اگر ہمہ خوباں نازنین است زخم خوردہ نیم عشوۂ ستم ایجاد -
ہندوستان قسمت از زر افشانی اوراقش سرمایہ اندوز دولت جاوید اند و سخندان قسمت
از ورق گردانی اجزائش ثمریاب نونہال مسیترہ نگینی نثر دلپذیر رونق شکن باغ کشمیر است
خیال بندی نظم با ہر صیدگاہ نسر طائر ورق گردانی مخزن شعر انداز جنبش شمال و صبا فقرات

مضامین دلکشا رشک فزائے سیر و صبا بلبل شیراز صفیر سنج نغم طرب ریز ایں گلشن است طوطی
ہند نوا سرائے ترنم دلاویز ہمیں چمن بجلوہ نمائے سواد مکتوبش شمع ادراک صائب فکر
آں با مہتاب نورانی نخوت گزیدہ و بصورت پذیری شاہد مضامینش مرأۃ خیال سلیم طبعان
باکارنامہ مانی سبقت بریدہ و لب کشائی فصل بین سطورش خندۂ ساغر بجائے خمیازہ نمود
واز جلوہ فزائے نقوش خطوطش چشم تماشائیاں در مقام حیرت افزودن بہ زنجیر بندی سطورش
جلال اسیر یکے از مقیدان دیدلآویزی حروفش مرزا بیدل یکے از دادگان گل سوسن بہ ہمرنگی سواد
مکتوبش کوتہ زبان شکر گذار بہاست و نرگس گلشن بہ بینا بہت ہمین مرقومش چشم کشائے منت
نمائی ہا صفحہ رنگینش کارگاہ بہار سازی سخن شناساں و جدول جادو فریبش حصار سحر خوانی
فصیح بیاناں سیاہی حروفش توتیائے چشم بینش و سرخی شنجرف گلگونہ لب دانش بزرگاری
نقوش طلائیش پنجہ خورشید رو ساختہ و سبز کاری مینائے دلربائش رنگ نیلم دل باختہ۔
ہنگامہ افروزی مضامین رنگینش طاس فلک را بگرمی آوردہ حمرہ شفق را جز بتابش
نتواں انگاشت آتش را سبب حلم کرہ زمہریر دارد حسود را چہ عجب کہ اگر بکاوش نکتہ چینی
انگشت بردارد انگشت نماید و رشک زند گہہائے نقوط پرکارش بہیم اصابت عین الکمال
ناقص نظراں چہ سپند اختر خاکستر مجمرش نگردانید کہ از چشم ناتواں بیں ضررے بردارد۔ رباعی

ایں غنچہ بہ نرگس کہ بہارے بنمود — چشمش بفروغ اعتبارے بنمود
گر باغ جناں ست و گر خلد بریں — زیر نظرش آں ہمہ خارے بنمود

تعالی اللہ چمن سامانیہا بکام طرب آب بادہ است و بوقلمونیہا صرف گلگونہ لب
بادہ خندہ ساغر شگفت گل می نماید و قلقل مینا نغمہ بلبل نائے مغنی دلکشا بگرمی چنار
گلوسوزی را بکار بردہ و پردہ ساز جاں فزا رونق برگ گلہائے بہار نسیم رضواں ہنگامہ زن
است۔ جلوۂ طور زبانہ فگن خلیل را ہوائے نظارگیہائے تماشائے شوق بصد رنگ
محویت دیدہ باز کردہ آبے ندارد و کلیم را سرگرمی اثر جوشیہائے تمنائے ذوق بیک

نقشِ حیرت از خود بردہ تابے نہ کامل رنگین بیان را زبانِ مدح خوانی بے کم و کاست باید کشاد و خامہ پروین فشان را طراز گوہر فشانی در وصف و سپاس توان نہاد قطعہ

رنگ حیرت بسکہ می ریزد بگلش جلوہ — عندلیبان را زبان ہا از نوا ہا لال بود

شمع محفل بال و پر می سوخت از پروانہ — گرد گردیدن محال از عاشق بے بال بود

بسخنورانِ شایق و نکتہ پروران فایق پوشیدہ نماند کہ اگر دیدہ دادگرانہا بکشود آید ہر آئینہ ہر دم دیدہ ورے را در نماید کہ فایق سخن طراز معنی نواز چہ وقت ہا کہ بر جانِ الفاظ و معانی نہ نہادہ و چہ نیرنگی ہا کہ بکام و زبان رنگین بیانی ریختہ را از و پایۂ رفعت گردید و اُردو را برزبانہا فتح و نصرت تنقید پارسی ضرب شہر و اشد و زبان تازی صدائے عنقا اگر کلکش از ریختہ ریختہ دری را و جامہ دری ہا بمثال رفت۔ و خامہ اش از اُردو نوشتہ تازی را ترک و تازیانہ پامال فارسی را اگر ملاحت دانند ہمیں است کہ از شور ہندی نمک ریش پارسیان کشتہ و عربی را اگر عسل خوانند ہمیں کہ شہد مرارت سکرات عریان شدہ از روزے کہ طبع مشکل پسندش وقت آفرینہا در خصوص ہندی فرمود الحق کہ نہ کسے را در عربی ذوقے ماندہ و نہ از پارسی شوقے بہ ہیں کہ دریں زمان خاطر اکثر شعرائے مسلم طرف ہندی بجد کمال مائل است و ترجمہ کتاب مستطاب خداوند متعال در زبان اُردو مستقیم ترکیبے از دلائل خوب شد کہ ظہوری پیش از ایں مُرد و طغرا خود را العدم برد ورنہ ظہوری را اگر دریں وقت خفاء نبودے ظہوری از خفت در کشیدے و طغرا را اگر نقش حیات زائل نہ گشتے نشست قطع نویسے بزانو خجالت در گزیدے۔ بیت

نہ ایں جا حرف طغرا راست نغرے — نہ انشائے ظہوری را ظہورے

چشمیکہ از تحریرش ہیچ ندیدہ و گوشے کہ از تقریرش ہیچ نشنیدہ سنجیدہ اش سنجیدہ تر است و پسندیدہ اش پسندیدہ تر عرفی را مباہات تناسب وطن مالوفش چہ نخوتہا کہ بر جان خود فروشی نیست و کامل را فخر تناسب ہم زبانیش چہ نازہا کہ

بجزم سرگوشی دانش فکرش وقت دارد و فهم رسایش نارسائی در افزایش از همه
تفریط آید و تقریظش از همه افراط نماید مسند شریعت از و زینت پذیر است و جامه
فضیلت بر و زیب گیر بدل بستگیهای نازک کلامی سخن ظریفان طبع رسا بلند پروازی
طائر خیالش آشیان بند شاخ طوبا ست و بخود رفتگی های سخن رسی هم طبعان عالم بالا
بال کشای شهباز مقالش اوج نشین شجرة المنتهی اگر سخن را فروغ خورشید است هم از
آسمان وست و گر سخن را جلوه گل است هم از بوستان وی از منظوم نظمش مجموعه پریشانی
وقت شناسان منظوم است و از منشور نثرش جمعیت حواس نکته دانان منشور — شعر

کلامش لذت افزای سخن دان　　　پسند خاطر مشکل پسندان

مستمع کشای ناطورهٔ سخن بغنج و دلال دلربائی جلوه ظهور برنگرفته تا باتصاف توصیف
آن سخن دستگاه متصف نگردد و مجز برداری محبوبه معانی بحسن و جمال خوش نمائی
رنگ قبول در نه بسته تا باعتراف تعریف آن معانی پناه معترف نباشد طراوت
اندوزان رنگ الفاظ از بوی فهم عبارتش مالامال تر دماغی و دریافتگان رطب و یابس
سخن از درک معانیش باعتدال خوش مزاجی شکر فروشی سخنانش شیرینی حلاوت
بخش تلخ دهانی است و علیل فهمان خام طبیعت را نسخه گوئی کلامش نسخهٔ شفا دانی از بیش
مضامین فکر بلندش شیرازهٔ نامه آوری سخنوران شیراز گسسته تر داز فصاحت گستری
طبع ارجمندش لوح هیچمدانی بر سر فصیحان حجاز شکسته ترشح بدرت نگاری خیالات رنگین
تمام ایران پامال گردیدهٔ خامهٔ مشکین او تموج بهر فشاری عبارات نو آگینش یکجهان سحر
کشیده عبارنامه گوهرها و دستاویز سحر بیانان بلیغ کلام گفتارها و طرازی او ست
که با آهنگ خوش بیانی هر غوله نوا سرای سبز ماغ قدسیان درگاه لاابالی نهاد و بلبل فصیح
زبانان سحبان مقام کلام سحر پردازی او که بتانو نهج رسانی زنگوله خوش نوای بدیع
نخوت پرستان بارگاه الهی برداده سر آهنگی انجا و وقت فکر عمیقش پا یابع بدایع

میانے دریں خمکدہ رنگے بستہ کہ فلاطون را جز طنطنۂ ارغنون ساز دبرگے نماندہ و
ارسطو بتحصیل آوازۂ اوازۂ شاگردی جز قانون طیرہ شناسی حرفے در مشاہیان بزبان
نراندہ جوہر شناسان آئینۂ خیال از باریکی مضامینش سرمہ نبر دیدہ عبرت اند و مخمور
طبعان خمخانۂ مقال از کیفیت معانیش بادہ ریز شیشۂ فطرت و قت سخنش تنگ نائے
خاطر دقیق فہماں عقد تحیر بستہ و جودت ذہنش بتائل سرائے دماغ مشکل پسنداں
رنگ تفکر شکستہ طائر گلستان فکر بلند بساحت عروج سخنش بلند پرواز عجز بے
مقداری و مرغ تیز بال اندیشۂ ارجمند بسایۂ رفعت کلامش سرافراز نفس شماری۔ شعر

عروج سخن حرفے از پایہ اش　　بلند سرافراز در سایہ اش

طرح انتخاب اشعار شاعران بنہجے کہ مطبوع طبع دقیقہ بیان معنی شناس افتد ساختہ و طرز اقتباس ابیات سخن طرازاں
بنوعیکہ مقبول خاطر نکتہ سنجان بلند قیاس آید پرداختہ دریں تذکرہ مخزن شعرا کہ چوں خزانۂ
بے انتہا از گوہر تفکرات شاعراں مملو است فی الحقیقت داد سخنوری و سخندانی
مراد نمودہ کہ بدیگرے از مشکل ہم نتواں پرداخت و رتبۂ ہر کس کہ فراخور قدرش
زیبے نماید از سر انصاف ثبت فرمودہ بل دقیقۂ فرو نگذاشت منت تازہ فکرہا سخن
آفرینی پئے ہر نفس تواں کشید کہ بحظ سخن رسی و سخن شناسی ممتاز روزگار گردانید
و از لذات سخن و مذاق معانی شربے بعالی طبع بلند وقار رسانید و نہ زیں مکانت
بہر کس پایہ می رسد کہ ہم بجوش گوئی بساطے فراترا فگند و ہم بجوش فہمی کمند بالاتر
اندازد۔ فی الجملہ کامل تراز خوان گنج زبان کہ بہرزہ درائی صفحہ آرائی می دارد در
پہن سمراد مباحثش آنچہ فہمیدہ و بذروہ قدر سخنش انچہ دیدہ در کجا می خورد کہ
بزمرہ اش در نماید و بسخن مدح و مدح سخنش لب کشاید مگر بستودنش می ستانیدش و
بسرائیدنش می سرائیدنش مدح خوانیش وقارے فزود و سخندانیش اعتبارے
افزود از قدر دانیش چہ قدر بالیدہ ام و بسخندانیش چہ قدر سنجیدہ ام حرفے کہ گزیدم گزیدہ شد

وسخنے کہ در بزم ورزیدہ شد بتقریبش رنگین بیانی دارم وبتسطیرش گوہر فشانی صریر
خامہ را بر داستان سرائے بلبل گمانے است وتحریر نامہ را از جلوہ فزائے گل نشانے رباعی

رنگ سخنم بہار توصیف تو — نقش رقمم نگار توصیف تو
بر صفحہ کاغذیں کہ سر می فرسود — شد خامہ ما نثار توصیف تو

اما ہمی دانم کہ مدعیان را چہ دعوے در پرداختگی خواہد آمد وبدگمانان را چہ گمانے
در ساختگی ہمانا اولی دانم کہ از رجحان اطناب بایجاز گرایم وازیں دراز نفسیہا
لب بخموشی نمایم۔ رباعی

کاں ہوس مدیح سازی تا چند — از خامہ نے فسوں طرازی تا چند
در نقش ونگار رشک چیں اوراق — جادو رقمی طلسم بازی تا چند

دیباچہ لمؤلفہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اولی ترین سخنے کہ بلغائے بلاغت بیان سخنوری وشعرائے فصیح لسان نکتہ پروری
بآں در قیل وقال اند خالقے را سزد کہ مشام دقیقہ سنجان نازک خیال را بنکہت گلہائے
رنگا رنگ مضامین طراوت بے اندازہ بخشید وکشت زار طبع سخنوران سخن رس را
بآب رسائی فکر سرسبز وشاداب گردانید کریمے کہ از ابر نیسان فکر لآلی شاہوار معنی در
صدف سخن انداخت درخشاں ومضامین والفاظ رنگیں را در کان ذہن رشک افزائے
لعل بدخشاں ساخت بحمدہ علی ما نور مطالع قلوبنا بانوار ہذہ السراج المنیر ونشکرہ علی
ما احسن التی بثمرات الطایف ہذہ الامر الخطیر صلوٰۃ فراواں وتحیت بے پایاں بر روان
پاک افصح ولد عدناں ونبی آخر زماں کہ صیت فصاحت را در چہار دانگ عالم بلند آوازہ

گردانید و گم گشتگان بیشۂ ظلمات ضلالت را از کلام روشن بیان نور ایمان بخشید۔ شعر:۔

طاقت کجا و زہرہ کجا دارد ایں قلم　　تحریر نعت احمد مختار را کند

صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ الکرام و اصحابہ العظام الی یوم القیام۔ اما بعد برائے مہر انجلا ارباب ذہن سلیم و ضمیر خورشید ضیا اصحاب طبع مستقیم روشن و مبرہن باد کہ فضیلت فن شعر نزد دانشمنداں عالی منش و عالی منشاں والادانش ثابت کہ ہیچ علمے بے تعلم و تعلیم حاصل نیست بجز ایں ہر گاہ کہ فیوضات رحمانی و تلطفات سبحانی بر طبع شاعر نازل می شود بے اختیار نکات بے نظیر و مضمونات دل پذیر بر دل الہام منزل ورود می یابد بہذا خلفائے راشدین و صحابۂ طیبین رضوان اللہ علیہم اجمعین اکتساب ایں شغل فرمودہ چنانچہ از کتب معتبر سیر و تاریخ مستفاد۔ روی عن جابرؓ قال سمعت علیاً ینشد و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم یسمع قطعہ:۔

انا اخو المصطفیٰ لاشک فی نسبی　　بہ ربیت وسبطاہ ہما ولدی

جدی و جد رسول اللہ متحد　　وفاطمہؓ زوجتی لاقول ذی فندی

قال فتبسم رسول اللہ صلعم وقال صدقت یا علیؓ ایں دو بیت از کلام معجز نظام شاہ مرداں و شیر یزداں علیہ التحیۃ والسلام اشتہار تمام دارد شعر:۔

جراحات السنان لہا التیام　　ولا یلتام ما جرح اللسان

ستقتلکم الی الاسلام طراً　　علاما ما بلغت آدان

حسان ابن ثابتؓ کہ از فصحائے شعرائے عہد رسول الثقلین بودہ بارہا بحضور آں صدر نشین بارگاہ نبوت اشعار طبعزاد خود میخواند و مورد تحسین و آفرین از زبان وحی بیان مصداق ماینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحیٰ میشد پس از قول صحابہ بر فضیلتش

برہانے است ساطع و دلیلے است قاطع حسبنا اقتدا رہم علی العموم الویت ایشاں ثابت چنانکہ گفتہ اند بیت :-

در حرم بارگہ کبریا ۔۔۔ پس شعرا آمد و پیش انبیا

اشتغال ایں امر پیش دانش وراں عالی فہم خالی از فضیلتے نبود ہ اکثرے از محبان راسخ دم و دوستاں ثابت قدم پیوستہ عرائس افکار را بزیور متانت و حلیے فصاحت آراستہ جمال زیبا مثال آنہا را بنظر مردانِ معنی و ارباب سخن طرازاں در آورد ند و گاہے بپاس خاطر احبا صمیمی و اصرار و ابرام ایں زاویہ نشین گمنامی نورالدین ابن قاضی سید احمد حسین رضوی الشیرازی فکر سخن میکرد میخواست کہ مضامین دل نشین و خیالات رنگیں ایشاں را ہم آغوشی صفحہ کاغذ خطا در آرد کہ بچہ رنگ ہنگامہ قیل و قال گرم ساختے و بچہ طرز خیالات روشن دریافتے ولیکن بمصداق کل امر مرہونۃ باوقاتہا تسطیر ایں مدعا در گرد تعویق افتادہ و مرکوز خاطر حسن ظہور نیافتہ تا آنکہ دریں ولا محبی مشفقی میر عباس علی المتخلص بہ شوق کہ شوق کلی دریں فن میدارند باعث ایں معنی شدند محب گرامی نژاد و مکرم عالی ہنر والا مناقب میر حیدر صاحب المتخلص بہ سائل زیادہ تر باعث و موکد شدند کہ فضلائے زماں ماضی مفصلاً تاریخ سلاطین عالی مکان و حکام ذی شان و ملا فیط بزرگان دین تحریر کردند کہ تا الیوم یادگار شاں باقی است لیکن تا حال احدے از تحریر احوال خوش خیالان ایں اماکن پرداختہ ابداً لن اگر اشعار موزوں طبعان ایں بلاد خلد آثار مع حال شاں بعبارت روزمرہ ثبت افتد ہر آئینہ عشاقانِ سخن شایقانِ ایں فن را موجب انشراح و سبب ابتہاج شود تو دو معرز الیہ غایت منوط و رابطہ اتحاد نہایت مربوط است ابتحاج لم آں عالی مقام ہم مہام دانستہ کمر جد و جہد بفحوائے السعی منی والاتمام من اللہ بستہ ساعی جمع و ترتیب شدم چوں ایں اوراق خزینہ از جواہر زواہر معانی سخنوران و درر غرر خوش بیانی نکتہ پروراں است موسوم بمخزن شعرا کردہ شد

چشم از استادان دہلی و لکھنؤ وغیرہ اینکہ اگر دریں صیدگاہ از عین انصاف در محاورہ شعراء گجرات بالغزی بیند آہوگیری نکند وہمچوں قلم انگشت بر حرف ایشاں نہ نہند و نیز بر توارد مضامین احتمال سرقہ نفرمایند بجہت آنکہ دوادین و اشعار اساتذہ آنجا بنا بہ بعد مسافت تمامی تا ایں جا نمی رسند توقع کہ مقبول دقیقہ سنجان دوربین و منظور دوربینان بلا عنت آئین گردد۔

حرف الف

احسن تخلص محمد حسین نجیب آبادی الاصل مدتیست کہ در سرکار نواب حسام الدین حسین خاں ملازم شدہ مرد لیست نجیب و کہن سال شاعر خوش کلام شیریں مقال از عمدہ سخن طرازان ایں حوالی میباشند بلکہ احسن شعر است کہ اکثر مضامین را باحسن الوجہ می بندد صاحب دیوان است آنچہ اشعار ایشاں در رتبہ عالی واقع شدہ عالی تر انداز این عندو بیت لسان اوست کہ لب خامہ اکنوں بداں آشنا می شود۔

شگفتہ گل کو خزاں سے جو پریشاں دیکھا   تو نے کن آنکھوں سے اے مرغ سحر خواں دیکھا

زنہار دو با ہم نہ ہوں دیوانے بھی یکجا   ہم آئے تو مجنوں کو بیاباں سے نکالا

طپش دل کا مرے آپ کو گر ہے نہ یقیں   میرے سینے سے ملا دیکھئے سینہ اپنا

احساں چمن پہ ہے تری کس بات کا سحاب   اس کو تو آب چشم نے میرے ہرا کیا

گالی کسی کو دیویں کسی کو وہ جھڑکیاں   بس پہ ہے حکم کوئی نہ بولے کہ کیا کیا

مچائی دھوم ہے مجنون نے اہلا وسہلا — ابھی کھلا ہی نہیں گھر سے ناقہ لیلا

خدایا خیر کیجو اب کے دل بیڈھب تڑپتا ہے — نکل آوے نہ سینے سے یہ مارا اضطرابی کا

چاندنی پھر کے ہوئی مہ جو چھپا آدھی کا — وہ مہ چار دہ گھر سے جو لب بام آیا
اندیشے سے اُس ناوک مژگاں کے آخر — طاؤس ہر یک پر پہ لگا کر سپر آیا

جواب بات کا بے علم سے ہے مشکل — ندا کی جیسے کوئیں سے صدا اُٹھے جواب
جبھی سے آنکھوں سے حسن کی اُڑ گئی ہے نیند — جو پہنے دیکھا ہے اُس بت کو جامۂ کمخواب

بالا ہے یا بلا ہے فتنہ ہے یا قیامت! — قامت نہیں یہ یار و قد قامت القیامت

رکھتے نہیں کسی کے ترحم کی آرزو — ہم کو مزا ملا ہے یہ اسکی جفا کے بیچ
مہندی لگا کے کیجئے پامال میرا خون — ہوگا نہ آشکار یہ رنگ حنا کے بیچ
ہے بعد مرگ بھی دل بیتاب سوئے یار — تصویر مرغ جوں پھرے قبلہ نما کے بیچ

روز مر جاتے ہیں جن آنکھوں کے مارے تین چار — آج ہم نے بھی وہاں مارے نظارے تین چار
خوبی قسمت یہ اپنی اور حسن اتفاق — ورنہ ہو جاتے اِدھر کو کب اشارے تین چار

کیا وصف طول زلف کا پوچھو ہو دوستو — یہ داستاں دراز ہے کہئے کہاں تلک

تھے بادہ و صبوحی گلشن میں گو بہت سا آپس میں مل کے روئے ہم اور سحاب تجھ بن

ایک سے لاکھوں ہوں دل بستہ اگر کھولیں زلف آنکھیں کتنے ہی گر ایک کو آزاد کریں
ہو نہ برباد کسی طرح ٹھکانے تو ہو خاک دفن قمری کو تہِ سایۂ شمشاد کریں

اللہ رے جنوں دیکھیں انجام ترا کیا ہو پہلے ہی سوئے صحرا یہ پاؤں نکالے ہیں
دل کا تو مزا چکھا ہے درد جگر باقی یہ دشمنِ جاں احسن کیا پہلو میں پالے ہیں

بدنام چھیڑنے سے تو ہوتی ہے کیوں نسیم اک دم کی زندگی جو ملی ہے حباب کو

باغ میں جب بہار آتی ہے اک شگوفہ نیا ہی لاتی ہے
گل کترتی ہے اک نیا ہی صبا رنگ سو طرح کے دکھاتی ہے
عشق پروانے کا ہے اے بلبل تو تو باتیں عبث بناتی ہے
دن تو جوں توں کٹا پہ احسن پھر وہی فرقت کی رات آتی ہے

اس رات اندھیری میں اگر تو نکل آوے مہتاب شب چاردہ ہر سو نکل آوے
دیکھے جو بیاباں میں پریشاں مجھے احسن مجنوں کی بھی آنکھوں سے تو آنسو نکل آوے

گلوری کھا کے پانوں کی جما لب پہ مسی کا دھواں نکلے ہے شعلے سے یہ شعلے سے دھواں نکلے
کھڑے ہیں لڑکے ناکے باندھ کر جھولیاں بھر بھر مزا کیا ہو کہ احسن بھی جو بھولا آ وہاں نکلے

اڑ کر نکلا ہے چھتری دل بر طناز جس　　سر سے پاؤں تک منقش جوں طاؤس ہے

دل سے یہ نقش نہ اکھڑے گا مرے تا لب گور　　اس نے منہدی لگے ہاتھوں سے جو کنگن باندھے

اشک جو گرتے تصور میں دُر دنداں کے　　رولتے خاک بھی وہاں جا کے تو گوہر ملتے

خاکستر پروانہ بہاوے گی جہاں سے　　گریاں رہی شمع اگر رات بھر ایسی

احسان تخلص مہبط قوانین حلم و احسان محمد احسان عرف پیارے جان خلف میر محسن از سادات رضویہ از امرایان نامی دولت مرہٹہ مولد و محل نشو و نما در قصبہ بروده بوفور عقل و دانش ممتاز ہمعصران و در حسن اخلاق یکتائے زمان۔ در فارسی خط نیکو می نوشت از روئے چند شغل این امر می نمایند و اصلاح سخن از خیال خود سید امیر صاحب مفتون میکنند از ایشاں

سنتے ہی تیری بول چال نہیں　　نہ رہی طاقت مقال نہیں
وہیں آنکھوں سے بہ چلے آنسو　　جب کہ آیا ترا خیال نہیں

احمد تخلص ہادی دہر استاد عصر جامع علوم و نکات حاوی مسائل و روایات، کشاف مشکلات حلال معضلات مقبول بارگاہ ملک الصمد مولانا مخدومنا سید احمد نور اللہ مرقدہٗ اصل از خجستہ بنیاد احمد آباد در جمیع فنون عربی فارسی فرید دہر و مرجع الافاضل زمان اکتساب علوم ظاہری از سید میر عالم صاحب اشغال باطنی از حضرت بڑا صاحب خدا نما نموده بیشتر مطمح نظر قدسی اثر ایشاں درس و تعلیم بود بسیارے طالبان علم استفادہٗ علوم میکردند با وجودیکہ در جمیع فنون یکتا و بے ہمتا بود اما ریاضی و الہیات ختم بر ذات شریفش شد و رسالہ چند در ریاضی و الہیات از تصانیفش یادگار روزگار است و استادنا مولوی نور محمد صاحب کہ از اعظم فضلاء

مشاہیر علماء احمدآباد است ارشد و اکبر شاگرداں مولانائے مرحوم است بالجملہ حضرت مولانا تا عرصۂ سی سال در احمدآباد مصروف تدریس بودہ بعد ازاں کھنبایت را از قدوم میمنت لزوم رشک بغداد و صفاہاں ساخت اہل آں بلدہ آمدن آں مخدوم عالم را فوز عظیم و نعمت غیر مترقبہ دانستہ کما ینبغی در تعظیم و تکریم و اکرام کوشیدند و معتقدانہ سلوک بجا می آوردند راقم نیز در صغرسن در وقتیکہ مولانا وارد احمدآباد بودند ہمرکاب حضرت بزرگوارم رضواں آرامگاہ قاضی محمد صالح صاحب قدس سرہٗ کہ جہت ملاقات مولانا رفتہ بودند سعادت اندوزی خدمت حاصل نمودہ آخر در سنہ خمس و خمسین مائتین بعد الف در کھنبایت بگلگشت روضۂ رضواں خرامید اگرچہ در زبان تازی و دری اشعار بسیار داشت و در اُردو بعدم التفات میفرمود اما ایں شعر بنام نامیش مشہور است تیمناً و تبرکاً ثبت ایں اوراق می شود۔ وہو ہذا

توڑکے دل کو مرے اُٹھ کے چلا جاتا ہے — اے صنم کس نے بتائی تجھے کعبہ شکنی

احمد[1] تخلص سالک مسالک طریقت واقف رموز حقیقت منبع فیوضات حضرت اللہ میر احمد اللہ المعروف بسید چھوٹے صاحب خلف میر حفیظ اللہ صاحب مرحوم اصل از خاک پاک ایں بلدۂ شریفہ و از سادات گرامی حسینیہ بافزونی مراتب دانش سرحلقۂ ہوشمنداں و بزیادتی فہم و بینش سرچشمۂ دانشوراں عالمے اند باعمل و در فنون علمیہ فاضلے است و اکمل انوار زہد و اتقا از سیماء نورانی سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود پیدا و آثار ورع و سداد مثلہم فی التورات و مثلہم فی الانجیل در ذات حقائق صفات ہویدا باوجود نشاء بخت مندی ساغر خاطر عرفاں ما ثر از جوش رحیق مشاہدہ الٰہی مالامال و صراحی دل لاہوت منزل بر ذوق صدائے قلقل اذکار خدائے لایزال سرمست است کہ شغال تصوف بیشتر است رغبت بدیگر علوم کمتر اوقات متبرکہ روز و شب در

---

[1] میر احمد اللہ بعد تحریر ایں اوراق در ماہ شعبان ۱۳۲۱ھ بمرض وبح از بیماری ہیضہ انتقال کرد۔

تجرید و مراقبہ مصروف معہذا گاہے بتکلیف آشنایاں کلامے پر از اسرار و معرفت می فرمایند از سخنانِ حقایق بیان این است

دل کے شیشے میں ہے عکسِ رُخِ انور پیدا　　عین مشہود میں ہے جلوۂ دلبر پیدا

احمد تخلص ثمرۂ شجرۂ سیادت سید احمد میاں از مشائخ زادگان این بلدۂ متبرکہ سلسلۂ نسب بحضرت محبوب صمدانی سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ میرسد دستِ ارادت در خاندانِ قادریہ دادہ چونکہ از ایام صغرسن شوق کسبِ باطنی و اتباع طریقۂ نبوی بیشتر است تبتل و توکل را شعار خود ساختہ از دنیا و اہل آں گریزاں و لہذا شغل علوم ظاہری غایت کم بلکہ رغبتے بکلی نیست لیل و نہار مصروف صوم و صلوٰۃ و مشغول درود و طاعات اند اکثرے از قوم نوآہیر معتقد و گرویدہ ایشاں اند گاہے بابرام محبان صمیمی فکر مضامین ریختہ می کنند اکنوں از اں معترض کلی است بعد تفتیش انچہ کہ یافتہ شد بتحریرش می پردازد و آں این است

نہ آیا کر کے وہ اقرارِ شب کا گھر مرے ہمدم　　جواب سنے میں ملتا ہے تو نظریں کیا چراتا ہے

اخلاص تخلص امیر ذوالکرام عبدالرحمٰن خاں نام عرف سیدو میاں خلف نواب مبارز الدولہ ابراہیم یاقوت خاں بہادر نصرت جنگ المشہور بنواب بالو والی قصبہ سچین من مضافاتِ سرکار سورت امیرزادہ الیست متصف بصفات پسندیدہ و رئیسے است متجمع اخلاق حمیدہ عرصہ چند سال است کہ راغب شعر گوئی اند ابیات رنگین و نظم متین می دارند گویند در مکان فیض بنیانش محفل مشاعرہ منعقد میگردد صاحب دیوان اند و یک داستان عشقیہ بطرق مثنوی قریب چند ہزار بیت بفصاحت تمام گفتہ اگرچہ در تحصیل ایں فن چنداں رغبتے نفرمودہ باوجود آں بایالغز بہائے شاعری درین کمترین راقم آثم ہنوز شہد صحبت ایشاں نچشیدہ مگر از مطالعہ اشعار مستفاد گردید کہ اکثر مذاق کلامش ہم افکار شیخ ناسخ است و ایں ہم بر علو طبع ایشاں دلیلے است بین چنانچہ ماہران این فن

در تصانیف خود جا نوشتہ کہ باشاعر اعلا طبع ہمطرز بودن دلالت است بر تیزی فکر شاعر الحاصل اکثر کلمات شیرین‌اش کم از قند مکرر نیست ایں از خلاصہ افکار خالص خلاصہ است

میں ہو کے خاک بھی رہا گریاں فراق میں — اشکوں سے میرے تر رہا دامن نسیم کا
وصف اسکی ہم نے سبزی پوشاک کے لکھے — ہر شعر ہے ہمارا صحیفہ کلیم کا

جو قریب خانہ آیا اُس کو دیوانہ کیا — سایہ پریوں کا بنا سایہ تری دیوار کا

دیدۂ مے گوں کا ساقی ہے جنوں — سلسلہ ٹوٹے نہ دور جام کا

نہ توڑیو اسے بدمستی میں تو اے ساقی — جو شیشہ دل ہے تو ساغر ہے آبلہ دل کا
اُس بت کافر کو ٹھہرایا سمجھکر پاؤں میں — سر پہ ہے احسان میرے رشتۂ زنّار کا

پوچھا جو حال روزِ قیامت کا یار سے — رُخ سے نقاب بام پہ جا کر اُٹھا دیا
یاں تک ہے مجھ کو ذوقِ گدائی کوئے یار — سایہ کو سر پہ آیا ہما تو اُڑا دیا
وہ شرم سے کبھی نہیں آتا ہے سامنے — مجکو خدا نے کیوں نہیں رد بر قفا دیا

جو آتشِ جگر سے ہے سوزاں ہر استخواں — پروانہ ہے تمہاری شمع مزار کا
دیکھ اس پری کو شمع جو دیوانی ہو گئی — رشتہ ہے اس میں میرے گریباں کے تار کا
روئے منور اس کا دلِ شعلہ زن ہوا — اخلاص سامنا ہے یہاں نور و نار کا

وصل جو پوچھا دکھایا ابروئے رشک ہلال — مدعا یہ تھا کہ وعدہ اک مہینے پر گیا

اُس کے نازک لب پہ ہے اخلاصِ خال　　سنگِ اسود کعبہ سے بابِ مدینے پر گیا

پوچھا جو انتہائے جنوں کو نسیم سے　　اک مشتِ خاک ہات میں لیکر اُڑا دیا

اُس پری کو کس طرح کوئی مسخر کر سکے　　جس نے دیکھا اس کی صورت کو مسخر ہو گیا

کر دیا بیدار اب صیاد کو گلبانگ نے　　اپنے حق میں بن گیا غنچہ دہن غماز کا

نہ کیونکر ضعف دل سے غش رہے رشکِ قمر ہمکو　　ہوئے جوں ماہِ نو ہم تو ازل سے ناتواں پیدا
عدم سے اشتیاقِ کوے جاناں یہ رہا ہمکو　　ہوا ہیں مثلِ طفلِ اشک دنیا میں دواں پیدا

رو کش فروتنوں سے ازل سے ہیں شعلہ رو　　سوئے زمین رُخ نہ ہوا آفتاب کا
سمجھے تھے کعبہ اس دلِ کافر کو اپنے ہم　　نکلا یہ گھر تو اس بت خانہ خراب کا

از سرِ نو سلسلہ جنبانِ جنوں اخلاص ہے　　یاد پھر آنے لگے اُس شوخ کے کاکل کے پیچ
ناتوانی نے کیا صیاد اب بے محنت اسیر　　حلقہائے دام تھے وہ دلِ بلبل کے پیچ

بام پر آتا ہے جو وہ مہروش نزدیک شام　　نکلے ہے خورشید شب کو یاں قمر سے پیشتر

یاد آتا ہے ہمیشہ قصۂ یوسف کا حال　　مجھکو اشفاقِ پدر اور بغضِ اخواں دیکھکر

اسقدر نیچا دکھایا ہے ندامت نے مجھے
اپنا سوئے آسماں دستِ دعا ہوتا نہیں

کیوں نہ لذت غم کو دیوے تیرے شوریدہ کا گو
جو کباب با نمک ہے بے مزا ہوتا نہیں

دل میں آتا ہے جلا کر خاک نامے کو کریں
نامہ بر کوئی ہمارا جز صبا ہوتا نہیں

حقیر کر دیا یوں روئے یار نے مہ کو
کہ چاند روئے منور ہے اور تارا چاند

دو قدم قاصد سے آگے بیقراری نے رکھا
کوئے جاناں میں میں پہنچا نامہ بر سے پیشتر

مر گئے ہاتھ سے چھٹتے ہی کنارِ دامن
رشتۂ عمر مگر تھا ترا تارِ دامن

گذر جاتا ہے سر سے بزم مستاں میں سبکدوشی
نہیں کچھ حاجت سر کردن مینائے صہبا کو

احتیاجِ غازہ کب ہے حسنِ عالم تاب کو
کیا کتوں کی ہے حاجت چادرِ مہتاب کو

میں کس محبت کا مذبوحِ تیغِ جفا ہوں
ہم آوازِ ناقوس شور گلو ہے

واہ رے جلوہ حسنِ رخِ رشکِ مہتاب
چاندنی ہو گئی شبدیز کی اندھیاری سے

سوز جگر نے موم سراپا بنا دیا
سنگِ مزار شکل ہے شمع مزار کی

سرسبز دل ہے یاد سے اُس گلعذار کی
تاثیر سر نفس میں ہے باد بہار کی

احقر تخلص پدر ارشاد علی شاہ اضعف زنامش مطلع نیم از اوست

جاوے مرا گلرو جو اگر باغ میں تڑکے ‏ ‏ گل ہو کے خجل گر پڑے ہر شاخ سے جھڑ کے

اختر تخلص احمد علی نام از باشندگان حیدرآباد دکن سالہائے سال عمر عزیز خود را در سورت گذرانیدہ بلا قطب الدین قطب پیوستہ در مصاحبت خود می داشت. گویند خط نستعلیق را ہمچو خطِ یاقوت بسان شیریں می نگاشت شاعرے بود نیک فکر دیست اندیشہ وجوانے بود دل خستۂ عشق بیشہ نظر بتخلصش از نیرنگی گردشِ تقدیر پایش گرفتارِ سلسلۂ عشقِ پری پیکرے ماہ طلعتے از اہل نشاط مہتاب نامے شدہ. مہتاب محبت در دلش پرتو انداز گشتہ یکبار متاعِ صبر و شکیبائی در خت ہوش و ہوشیاری بر باد دادہ داغہائے حلقۂ انگشت او بر اکثر اعضا خوردہ بود و در عشق آں شمشاد قد گلعذار ہموارہ خود را رشک سرو چراغاں می نمود از چندے حالش روشن نہ کہ گردشِ فلک آں اخترِ دل سوختہ را کجا برد اغلب کہ ستارۂ زندگیش ہبوط کردہ باشد

رعشہ کرے ہے جوہرِ آئینہ جوں سراب ‏ ‏ وحشت فزا ہے یہ ترے عالم نگاہ کا

دیدار سے معشوق کے ہے حیرتِ عاشق ‏ ‏ ہے برگِ گل آئینہ حیرانی بلبل

کی مشقِ طپیدن جو زبس اس نے چمن میں ‏ ‏ ہے نکہتِ گل گردِ پر افشانی بلبل

محرومِ برگِ عیش ہوں ہیں مجکو چاہیئے ‏ ‏ سرمایۂ بہار کو وقفِ خزاں کروں

سرگرمِ غسل دیکھ کے غیروں کے ساتھ آپ سے ‏ ‏ دل چاہتا ہے آنکھوں سے دریا رواں کروں

بسانِ شمع دل کو ہر دم از خود رفتہ پاتا ہوں ‏ ‏ سفر ہے یاں قامت میں بھی اپنی جانِ مضطر کو

طلوعِ مہرِ تاباں کس طرح ہوتا ہے ہم دیکھیں ‏ ‏ ذرا سرکائیے چہرے سے اس زلفِ معنبر کو

شبِ ہجر اں میں تیری صبحدم تک اے مہِ تاباں
نہیں اختر شماری کے سوا کچھ کام اختر کو

اتنا جو پُر غبار ہے اختر یہ دشتِ دل
یاں سے مگر سواری کسی کی گذر گئی

مُو برابر نظر نہیں آتی
بل بے تیری کمر کی باریکی

آخگر تخلص آہمش رضی الدین پسر منشی عبدالحکیم کمتر در نظمِ ہندی از والدش کمتر نیست و در تازہ مشقانِ سورت بحرِ طبع روانش پر جوش و خروش ہموارہ شریکِ مشاعرہ سورت میشد، دریں فن برہم صحبتاں تفوق دارد جرعۂ از صہبائے فکرش ریختہ می شود۔

اُٹھ گیا سوتے میں برقعہ شب جو رشکِ حُور کا
تھا زمیں سے آسماں تک ایک شعلہ نور کا

آئینہ رو کی قدم بوسی کی کیا رکھئے اُمید
ہاتھ چومے سے مزاج اس کا مکدر ہو گیا

سنگِ دل گریہ کناں ہے دیکھئے تاثیرِ اشک
پانی پانی کر دیا پانی نے پتھر کا مزاج

قطرۂ اشک آنکھ سے گرتے ہی دریا ہو گیا
غم میں بحرِ حسن کے پانی ہے گوہر کا مزاج

میری آہِ سرد سے دم میں ہوا اُسکو زکام
کیا ہی نازک تر ہے یارب میرے دلبر کا مزاج

برنگِ بلبلِ تصویر گرچہ ہل نہیں سکتے
پہ جوں رنگِ حنا پرواز کی رکھتے ہیں طاقت ہم

اشتعۂ ٹیکہ نے اک عالم تہ و بالا کیا
حادثے ملکوں میں اس آخر دار کے

سلہ آخگر در ہنگامِ جوانی در سورت مُرد۔

یوں چشم سیہ تاب کو سرمے نے کیا تیز   تلوار کی جوں سنگِ فساں دھار نکالے

اظہر تخلص یکے از شعرائے متقدمینِ گجرات است با وجود بودن متخلص باظہر
اسم ورسمش ظاہر نیست سوائے ایں مقطعِ غزل شعرِ دیگر بنظر نرسیدہ ازیں ظاہر است کہ
دریں فن فکر درست نداشتہ ہذا من سخنہ

اظہر کو کیا قتل تری بانکی ادا نے   اے کافرِ بدکیش مری داد دلا جا

اضعف تخلص ارشاد علی شاہ مرشد طریقت خرقہ پوشان سورت است
فقیریست متواضع و خاکسار سنش دریں روز از نود متجاوز کردہ باشد گاہے بفکرِ سخن
می پرداخت شنیدم کہ در عالم شباب سودائے زلف پری پیکرے پردہ پوشی در سرداشت
گاہ گاہے روئے خود را ہمچو زلفش سیاہی زدہ صد چاک گریباں بحالِ پریشاں
بسانِ اشک با ہجومِ طفلاں احرامِ جنوں بستہ خر سوارہ بکوچہ سر بستہ اش
گذر میکرد تا بتقریبِ تماشا آں ماہِ چاردہ بر لبِ بام طلوع نماید و پردۂ چشم منتظر
را رشکِ چادرِ مہتاب سازد سوائے ایں یک شعر دیگر اشعارش بدست نیفتاد ۔

تھی ازل میں دوستی اُن سے ہماری ہوگئی   عاشقی کا ہیچ عالم کے بہانا ہوگیا

آفروز تخلص عمدۃ فقہائے صایب مولوی محمد صاحب ابن مولوی حمیدالدین
تولد و نشو و نما دریں شہر است از اولادِ امیرالمومنین ابی بکر رضہ پدرش بر مولوی گری
عدالت ایں شہر قایم بودہ علم و فن مستحضر دارند عالمے است خوش خو خوش خصال رضی المقال
رضی الافعال بالوقت بغزل کمتر راغب قصائد و تاریخ بیشتر من نتائج افکارہ

اب ذرا سمجھا ہے اپنے دل میں لیکن پیشتر   عشق میں آفروز بھی اسکے بہت آوارہ تھا

امیر تخلص سر آمدِ فنونِ ہنر پروری ماہرِ علومِ عقلی و نقلی سید میر علی از ساداتِ
علیہ رضویہ تولد شریفش در دارالخلافت دہلی رو دادہ و پس تمیز دریں ممالک رسیدہ
تبحرِ خلق و کمال آں سرچشمۂ فضل و فضل ناپیدا کنار است لوحِ دلِ صفا منزلش محلِ نقوش

خیالاتِ رنگیں وصحیفۂ خاطرِ خطیرش مہبطِ انوارِ افکارِ متینِ بلبلِ خوش نوائے قلمش در باغستانِ مضامین مترنم سرائے چہچہۂ دلکشِ شیریں زبان وطوطئ خامۂ ندرت طرازش بگویائی سخنانِ دلفریب شکرستان دیوانِ رشکِ گلستانش مطالعہ رسید وایں چند گلہا برچید

کیا کیجے بیاں تیری تجلی کے اثر کا
جوں خطِ شعاعی ہے ہر اک تارِ نظر کا
آ گئے اشکوں کے رہا ایک گھر میں تنکا
گھر مرا تھا مگر اس دیدۂ تر میں تنکا

غمزہ و ناز و ادا سب نے کی یورش ایک بار
کون تھا اُن میں کہ وہ دستِ بخنجر نہ ہوا
آ کے معلوم نہیں کس نے کیا قتل امیر
قاتل اس کشتے کا بلوے میں مقرر نہ ہوا

جانے سے دل کے آٹھ پہر کا خلل گیا
کھٹکا کرے تھا پہلو میں کانٹا نکل گیا
ایسا ہے کہ دل کو بھی مسلیں لگے یوں ترے
بے وجہ میرے آگے وہ مہندی نہ مل گیا
خوابِ گراں سے آنکھ جو میری کھلی امیر
کیا دیکھتا ہوں روزِ قیامت بھی ڈھل گیا

رقیب اب کچھ بہت ہی کھچا رہتا مگر اس نے
میری آغوش میں تجکو خدا جانے کہاں دیکھا

گھائلوں کو سبز رنگوں کے امیر
ہو اگر مرہم بھی تو زنگار کا

ترا یہاں تک تصور کر کے میں رویا کہ آنکھوں سے
تری صورت کا آئینہ تھا جو قطرہ ٹپکتا تھا

دیکھ حیرت میری بالائے گلو
چلتے چلتے اُس کا خنجر تھم رہا
یہاں تلک افسردگی خاطر کی ہے
اشکِ خوں آنکھوں میں آ کر جم رہا

ہوں سینہ صاف سادہ رخوں پر زیادہ عشق — مکھڑے پہ اس کے آئینہ حیران رہ گیا

یارب تنِ کافر سے بھی یوں جان نہ نکلے — جس طرح مجھے کوچۂ جاناں سے نکالا
اس چرخ کو یہاں تک ہے دلِ خوش سے عداوت — جو پھول تھا اس کو بھی گلستاں سے نکالا

تشنہ لب دشت میں چھوڑا نہ کبھو کانٹا ایک — جن دنوں ہم کو سرِ آبلہ فرسائی تھا

جوں جوں تو قطع دوستی میری کرے گا یار — بڑھتی ہی جائیگی شجرِ تاک کی طرح

کب آسماں رسا ہو دعائے پُر آرزو — سنگ گراں نہ پہنچے جو ہووے مکاں بلند
گر دل میں دھیان اُٹھنے کا کیجے تو غش ہے ساتھ — بالیں سے خاک سر کریں ہم ناتواں بلند

جوں بوئے مے آوارہ ہوں اس سے کہ ہوئی ہے — مدت سے رہِ خانۂ خمار فراموش

گالی بھی اس ملیح کے ہونٹوں میں ہو ملیح — ہر شے نمک کی ہوتی ہے تاثیر سے نمک
کیا خوب زخمِ پا کا ہمارے کیا علاج — ملوا دیا ہے شوخ نے زنجیر سے نمک

اس کے اس نازک لبوں سے دیکھیو طرزِ سخن — جھڑتے ہیں کیا پنکھڑی سے پنکھڑی کس کس کے پھول

مت تیغ میاں سے نکالو — بن مارے تمہارے مر گئے ہم

سر اگر جاوے تو نہ دیویں سر
بے وفا ایسے با وفا ہیں ہم

شوخی بغیر حسن ہے بے لطف شک نہیں
ہے بے مزہ وہ چیز کہ جس میں نمک نہیں

کون آتا ہے سیر دریا کو
شمع مہ ہے حباب میں روشن
ایک ہے سو ہزار لاکھ میں ہے
ہو یہ نکتہ حساب میں روشن

عین ظلمت ہے نور وہ جس کا
نور سے تیرے اقتباس نہیں
خوں ہوے اس میں لاکھوں اور اب تک
حیف رنگیں فلک کا طاس نہیں

ہے دہن درج گہر اس کا ولے کیا فائدہ
مار زلف اس گنج کے نزدیک ہیں بیٹھے ہیں دو

کلیجا ایک عالم کا یکایک ہو گیا ٹکڑے
الٰہی رخصت جنبش یہ کس نے دی ہے مژگاں کو

چھوڑے ہوے بیٹھے ہیں ہم ساری خدائی کو
اب دیویں تو اے ہمدم کس کس کی جدائی کو

رکھے ہے خار ہر یک کھینچ کے داماں مجکو
پر محبت یہ نظر آیا بیاباں مجکو
باعث ایذا کا ہوا دل کا پھنسانا مجکو
تنگ کرتا ہے بہت زلف میں شانا مجکو

ہاتھوں سے خوبرویوں کے تلوار کھائیو
لیکن فریب ان کے نہ زنہار کھائیو
اس بدزباں کو چھیڑنا اچھا نہ تھا امیر
اب دے جو گالیاں سر بازار کھائیو

مہ و خورشید اس کی محفل میں — جیسے اندھے چراغ ہیں دونو
بیٹھے ہیں منہ بنا امیر اور یار — آج کیوں بدماغ ہیں دونو

ہر آن یادِ زلف جہاں مشک سود ہو — اس زخمِ دل کو کب کسو مرہم سے سود ہو

وہ جلوہ کب نہاں ہو دلِ پاش پاش میں — صہبا کہاں سمائے جو مینا ہو چور چور

یہ جانو کہ کشتہ ہے اس چشمِ شوخ کا — جو جائے سبزہ خاک پہ مژگان چور رہو

تھی بس کہ زخمِ خنجرِ قاتل کی آرزو — خوں ہو گئی ہے دل ہی میں ہی اس دل کی آرزو
تا دیکھے چھپ سکے رُخِ ترا پروانہ گرد آئے — رکھے ہی شمع پردۂ حائل کی آرزو

میں کہا آج کی شب ہاں بھی کرم کیجے ذرا — پاؤں کی مہندی کا ہاتھ آیا بہانا اس کو

ہے زبس فیض سے رخسارِ درخشاں کے امیر — طعنہ زن مہر پہ اس رشکِ قمر کا تکیہ

یارو آئینے سے تم کیجو مری لوحِ مزار — دھیان رہتا ہے پری کا مجھے تصویر کے ساتھ
یاد پھر آئی ہے شاید کہ اُسے کاکل کی — بوئے مشک آتی ہے جو نالۂ شب گیر کے ساتھ

جاں مری سوزِ درونی کل بچالی اے امیر — ہو گیا بر وقت آبِ تیغِ قاتل سوختہ

اس کے دیدار کی اُمید خدا سے ہے امیر　　روؤں اتنا کہ رہے پھر بھی بھلا کام کی آنکھ

نئی صورت نظر آتی ہے ہر یک اشک میں اپنے　　مگر ہے صفحۂ رخسار رنگ اپنے چشم کا پردہ

بات بہکی منہ سے نکلے ہے کہے گر ہوش کی　　فصل آپہنچی مگر پھر کر جنوں کے جوش کی
خندۂ قہقہہ کے آتی ہے مرقعہ سے صدا　　ہے مگر اس میں شبیہ اس زعفرانی پوش کی

آج عاشق نے ترے اوبت مغرور سنا　　جان دی شمع صفت صبح کے ہوتے ہوتے
مجھے کیا جائے نصیحت ہی بھلا سوچ امیر　　تم اُسے دیکھ کے کیا دل کو نہ کھوتے ؟ کھوتے

مرگ کے بعد بھی چھوڑا نہ جلانا تم نے　　شمعِ تربت کی مری کر کے جو خاموش چلے

شرما کے کچھ اور چرا کے آنکھیں　　منہ موڑ کے اور مسکرا کے
ق
کس لطف سے بوسے کی اجازت　　دی اُس نے فدا میں اس ادا کے

کھاتا جنگل میں کون مجھکو　　تھی خاک تو میری اس گلی کی

ملے پر اُن سے جی بچنا ہے مشکل　　بنے ہیں خوبرو کیسے بلا کے
انجم تخلص سر دفترِ سیاہۂ نجبا صدر نشینِ زمرۂ شرفا بیت الغزلِ جریدۂ سیادت مطلعِ دیوانِ سعادت مقبول بارگاہِ لم یزلی میر احمد علی خلف سید امام بخش سجادہ نشینِ درگاہِ عرش اشتباہ سید محمد سراج الدین شاہ عالم قدس سرہٗ چون نسب بفخر

احتیاج شرح و بیان نمی دارد لہذا بتحریر احوال فضائلش می پردازد۔ دلِ صفا منزلش چوں سیرتِ بزرگانش از توہماتِ امورِ دنیوی صاف صاحبِ خلقِ عظیم وحلمِ عمیم چشمِ حقیقت بینش ہو حدانہ دوست و دشمن را یکساں می بیند از شکلاتِ تحصیلِ علومِ فارسی را بدرجۂ بلند رسانیدہ گاہے باشتغالِ فکرِ سخن بکلفِ اوقاتِ خود می باشد و خود را از شاگردانِ میر کمال الدین حسین کامل می شمرند از نتائج افکار اوست

کون اس بت سے کامیاب ہوا　　بخدا جو ملا خراب ہوا
ہو لگے سب ان کے محو عشق اُن کے　　گر میرا حشر میں حساب ہوا

حالت نزع میں اُڑھا دینا　　میرے سر کی آسمانی شال

اللہ رے کیا پیچ ہے قسمت کا ہماری　　جو پیچ میں زلفوں کے وہ رکھتا ہے ہمیشہ

اسحٰق تخلص محمد اسحٰق نام از طالبانِ سورت بر اکثر اصنافِ علوم عبور نمودہ گلدستۂ معانی رنگیں کہ از تار و پودِ فکرِ متین او بارتباطِ الفاظ پیوستہ ہیچ یک نقشِ زیبا در دیبا بدیں خوبی صورت نبستہ چوں در اکثر اشعارش مضامین حلویات و شیرینی بیک مذاق نیکو یافتہ میشد حافظ داؤد دلکش از شوخی و شکر خندگی میگفت کہ ایں شاعر شیریں کلام اسحٰق اطعمہ ماں ست باوجود قابلیت ہمچو زلفِ خوباں از انکسار و شکستہ حالی سر تواضع در پیش می دارد اگرچہ شاعرِ مذکور اشعار بسیار می دارد اما بر بنابرِ عدم رسید ناچار بریں بیتِ مشہورش اکتفا کردہ وہو ہذا

کاش کے کوزہ بنا ہوتا اگر اسحٰق تو　　تشنہ لب ہو وہ ملاتا تجھ سے کس ڈھب سے لب

حرف الباء موحدہ

باقر تخلص اسوۂ شعرائے فصحا سخن پرور نظم گستر استاد مسلم میر باقر علی بخاری از فرزندان حضرت شاہ عالم مولد در زین البلاد احمد آباد اکثر اوقات بتقریب درس فارسی کہ سرداران دولت انگریزی استفادہ علوم میکردند سیر اماکن دکن و خاندیس فرمودہ انواع حسب فضیلت را بانسب سیادت جمع میدارند فاضلے است سخن سنج نکتہ پرور و عالمے خوش کلام و خوش فکر یکتا در رسوم شعر و قوافی و انشا و عروض بے نظیر روزگار است طبع شریفش بخیالات فارسی موزونی تمام دارد گاہے بتحریک ہم عہدان خود فکر سخن بریختہ زبان میکردند خلاصہ خیالات ایشاں است

جو لب سے اپنے تبسم وہ گلعذار کرے ۔۔۔ دہان غنچہ صبا کیوں نہ بخیہ دار کرے

عکس جوہر دم شمشیر دو دم میں قاتل ۔۔۔ نائے نالاں کے لئے سرمۂ خاموشی ہے

باقی تخلص یکے از متقدمان مشاہیر شعرائے احمد آباد است در پردۂ اخفا باقی ماندہ از وست

خدایا کیسے ویرانے میں تو نے ہم کو ڈالا ہے ۔۔۔ نہ دلبر ہے نہ ساقی ہے نہ شیشہ ہے نہ پیالا ہے

بخشش تخلص شیخ احمد نام المشہور بہ بخشو میاں شاگرد میر امان اللہ نادر آبا نیز تاجران نامی سورت میباشند صاحب ذہن عالی بودہ در فارسی و گجراتی شائستہ قدرت داشت از جانب سرکار کمپنی بر تعلقہ منصفی قائم بودہ کتابے کثیر الحجم مسمی بہ حدیقہ احمدی مشتمل احوال غزوات جناب رسالتمآب و خلفاء الراشدین و ائمہ اثنا عشر و سایر ملوک روم و شام و ہند و فرنگ و راجہائے ہندوستان بعبارت سلیس تالیف ساختہ و دیباچہ اورا بنام نواب قمر الدولہ افضل الدین خاں بہادر والی سورت

نوشته و از اتفاقات حسنہ میاں بجو صاحب مادۂ تاریخ اتمام تالیفش را بنام میر افضل الدین یافتہ و بدیں صورت بسلک نظم کشید تاریخ:۔

بعہد افضل الدین خان نواب | مرتب گشت تاریخ نگاریں
زگل تاریخ ہا اعلیٰ و افضل | دلیل افضلیت بس بود ایں
کہ آمد سال تاریخش برابر | بنام نامی میر افضل الدیں

در شہر شوال سنہ خمس و ستین و ثلثین بعد الف ازیں جہان فانی بعالم جاودانی رخت ہستی بربست و نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ تاریخ رحلتش از دار الخلافت دہلی بدیں نوع گفتہ فرستاد تاریخ:۔

کیا کیا انکو شیم عدم آباد کو گئے | ملک جہاں خراب ہوا ایکے سال میں
خاص اس جوان صالح و دیندار کا فروغ | نکلا جو بدر سے بھی زیادہ کمال میں
بجو میاں پہ نور جو برسا دم وصال | سال وفات آگئی میرے خیال میں

از وست۔

اس رشتۂ الفت میں یکسوئی کا عالم ہے | ہر چاک گریباں کو کب تک ہی سیا کرتا

وعدۂ وصل سے غیروں کے تو دل شاد کئے | ہاں مگر ایک دل بخش کا جلانا جانا

کمان عشق سے چھٹ کر لگے ہزاروں تیر | جب اس کی ابرو و مژگاں کے سامنے دیکھا

عہد پر اپنے دلربا نہ رہا | نہ رہا پر وہ بے وفا نہ رہا

لگا ہے نشتر غم دل میں اک شک مسیحا کا | مری بالیں پہ اے ہمدم نہیں کچھ کام عیسیٰ کا

سکھا دو ہم قفسو چال تم اسیری کی　　　کہ پہلے دام میں اُلفت کے دل پھنسا ہے آج
شہید کون ہوا دشنۂ محبت سے　　　کہ اس کے کوچہ میں یک طرفہ ماجرا ہے آج

زبان خامۂ الفت کی ہوگئی گونگی　　　وگرنہ ایک گلے کے سو جواب لکھتے ہم
جو خط کے پڑھنے سے بخشش اگر وہ ہوتا خوش　　　ملاذ و مشفق و عالی جناب لکھتے ہم

فرشِ گل پر وہ قدم رکھ کے ہوا چیں بجبیں　　　ہر رگِ گل کو کفِ پا کی نزاکت معلوم

کیا کام ہمیں چتر سے اور ظلِّ ہما سے　　　طوبیٰ سے ہے خوشتر تری دیوار کا سایہ

جب کہ اس گل کا مجھے بیڑۂ پان[1] آتا ہے　　　تنِ بے جان میں سو رنگ سے جان آتا ہے
چال اٹکھیلی کی چلتا ہے خدا خیر کرے　　　حشر برپا نہ کہیں ہو یہ گمان آتا ہے

نہ دل کو تاب ہے نے تن میں تواں ہے　　　فقط ایک دم سو دم کا مہماں ہے

بسمل تخلص اسمش ظہیر الدین ابن غلام محی الدین قاضی قصبۂ انکلیسر از تازہ مشقانِ این شہر است و دریں فن شاگرد عم خود بدر الدین بیتاب لہذوست

تیرے شوقِ وصل میں رو رو کے جوڑا رُخ آج　　　طفل اشکوں کو بنایا دیدۂ خونبار نے

موتیوں کا ہار سینہ پر تمھارے دیکھکر　　　سینۂ عاشق پہ حسرت کے کئی پھوڑے ہوئے

بریاں تخلص یکے از شعرائے باتقدم گجرات است حقیقتش کما حقہ بوضوح نپیوست منہ

جب مصوّر نے پری زاد کی کھینچی تصویر　　　لے لیا ملکِ فرنگ چین کو تسخیر کیا

[1] بیڑۂ پان لفظ مہمل متروک الاضافت ہے۔

بلیغ تخلص غلام قادر نام مولدش لکھنؤ نشو ونما در دکن یافتہ از عرصۂ دہ سال دریں نواح رنگِ اقامت ریختہ حال از چندے در سلکِ ملازمانِ گانکواڑ منسلک است و در بندہائے آپا صاحب برادر مہاراجہ گانکواڑ والی بڑودہ میباشد زیادہ ازیں چہ نوشتہ اید کہ کلام بلیغ بلیغ است از فکر کردۂ اوست

زلف کی یک گرہ کو کر کے خطا — رشکِ صد نافۂ ختن باندھا

نہیں دنبالہ سرمے کا اوپر چشم — نیلے ڈورے میں ہے ہرن باندھا

دیکھ کہتے ہیں اُسے اہل جہاں ناحق گہن — دودِ آہِ عاشقاں سے ہے جو کالا آفتاب

خواہش ہے بہر رنگِ شنجرف کی بلیغ — آنکھوں کے خوں سے اپنا شبستاں ہوا ہے سرخ

ہو برقعہ پوش اس لئے جاتا ہے باغ میں — تا چمن کے آئے بوئے گل اس کے دماغ میں

جوش کھاتا ہے سمندر دیکھ ماہِ چاردہ — موجزن ہوتا ہے بحرِ اشک روئے یار دیکھ

بہادر تخلص شیخ بہادر جد بخشو میاں بخشش خدایش بجنشد شنیدیم کہ بسیار مردِ وجیہ و خوش اخلاق و در معززانِ ہمعصرِ خود طاق بودہ بلند زادۂ طبع اوست

ہیں نجومی حساب میں حیران — جب سے پایا ہے زیب وہ دُرِ گوش

بہادر تخلص شیخ بہادر عرف شیخو میاں پسر بخشو میاں بخشش از نو سخن گویان سورت است از وست

یہ ضعف ہے کہ صورتِ قالیں کی طرح اب — کروٹ کا پھیرنا ہمیں دشوار ہو گیا

عشقِ سیمیں بدن کی دولت سے　　　داغِ دل درہمِ طلائی ہے

بیتاب تخلص بدرالدین نام ابن حافظ محمد شریف از متوطنانِ ایں بلدہ است
چندسال در خدمت والا مرتبت حضرت قبلہ گاہی ماندہ دو سال است کہ در سرکار
نواب بادشاہ بیگم صاحبہ بر انشا پردازی ماموروشاعرِ متورع و متدین است طبعِ موزوں
می دارد بارہا شریکِ مشاعرہ میشد ازخیالات اوست

شکل آئینے میں مت دیکھ پری رو ہردم　　　ورنہ اپنی ہی تو صورت کا دِوانہ ہوگا

اعجازِ عیسوی سے لبِ یار کم نہیں　　　زندہ کیا ہے جس نے مسیحا کا نام آج

کشتۂ ناز ہے ترا بیتاب　　　او مسیحا ذرا ادھر کو دیکھ

سُرخ دامن پر کناری کی نہیں تحریر ہے　　　شعلۂ سوزاں دلِ بےتاب دامن گیر ہے

بیہوش تخلص میر رمضان علی اصلش از ہند بودہ سالہا در سورت
اقامت داشت وہمانجا انتقال ازدار فانی کردہ بیہوش سرمستِ ارادتِ عبداللہ
شاہ تجرد بودہ چنانکہ او خود میگوید **شعر**

تصور کر تو اے بیہوش اس آئینۂ دل میں　　　کہ آتی ہے نظر بس شاہ عبداللہ کی صورت

ازوست

موسمِ برسات میں دلبر نہوئے پاس حیف　　　اور کیا رکھیں گے تجھ سے اے فلک ہم آس حیف
طالعِ بد کی شکایت کس کے آگے کیجیے　　　ہم کو چاہت آپکی ہر گز نہ آئی راس حیف

حرف التاء

تجرد تخلص عبداللہ شاہ نام تجر دشعار در علمِ ظاہر و باطن ممتازِ روزگار از قدیم سخن طرازانِ سورت است بہ نسبت ہندی در فارسی زبان اشعارش زیادہ مشہور است خورشید وار مجردانہ از مشرق بجانب مغرب شتافتہ در سورت بمسجد مولوی غلام محمد صورت اقامت انداختہ بعد چندے بسفر عدم آباد پرداختہ نظر بتخلص بود بعضے در مشورۂ سخن..... تجرد را باعزلت منسوب کردہ اند رنگ ایں مضمون ریختہ کلک اوست

اس رو میں لطف ہے سو ملک کی خبر نہیں — خورشید کیا کہ اس کے فلک کو خبر نہیں

تبسم تخلص عبدالکریم مولدش سورت است اکنوں از چند سال بتقریب دادنِ درس زبانِ اُردو بصاحبانِ واردِ لندن در بمبئی اوقات بسر می بردو در زمانِ گذشتہ بتقاضائے وقت بہ صحبتِ ملا قطب الدین گاہ گاہے چند کلمات موزوں می کرد و بمشاعرہ انجا میشد حال شاید لب از یں خندہ بستہ ایں یک موج از تبسم غنچۂ افکاراتِ تبسم است

رواں تھا قافلہ اشکوں کا جو مرے ہمدم — سو اس تبسمِ غارت نے بانے لوٹ لیا

تسکین تخلص برادرِ عزیز مولوی میر حفیظ اللہ خاں کہ بصفاتِ حسنہ و اخلاقِ رضیہ تفوق بر ہمعصراں دارد ذہن و ذکا و فکرِ رسا در ذاتش ظاہر است و در کم سنی استعداد معقول در فنونِ منقول و معقول و نیز در گجراتی و قوانینِ آں قدرت کاملہ بہم رسانیدہ. از ایامِ قلیل شوقِ سخن گوئی پیدا کردہ. از نتیجۂ فکر اوست

ڈالے نہ کیوں وہ مصحفِ رو پر نقاب کو — حفظِ ادب کو رکھتے ہیں قرآں غلاف میں

حرف الثاء

ثنا تخلص شیخ ثناء اللہ از شیخ زادگانِ احمد آباد بودہ واز اجلِ تلامذہ محمد ولی المتخلص بولی وکسبِ فیض باطنی از خدمتِ مخدوم العالم مولانا محمد نورالدین حسین صدیقی السہروردی حاصل ساختہ و در زمان محمد شاہ در ہنگام زخمی شدہ۔ حضرت مولانا شربتِ شہادت چشیدہ وعمرِ گرامایہ خود را بصدقِ دل نثارِ پیرِ خود کردہ۔ محاورہ اش با محاورۂ حال فرقے دارد وبعید مضامین درست می یابد اما این یک دو شعر کہ موافق محاورۂ جدید اہل گجرات است از سفاین قدیمہ بہم رسید درین اوراق ثبت گردید۔

یہ ہوگئی ہے اُسے نام سے ثنا کے ضد — کہ ثنا خدا کی بھی وہ بت نہیں کیا کرتا

ثنا کا کام یہی ہے کہ اپنے مُنہ سے بس — سدا ثنا دہنِ یار کی کیا کرنا

آگے اُس قاتلِ خونریز کے مقتل ہیں ثنا — جس نے سر اپنا جُھکایا وہ سرافراز ہوا

حرف الجیم

جولاں تخلص حافظ کلام اللہ شیخ غلام شاہ جانشینِ میاں مخدوم قدس سرہ کہ از اجلِ خلفائے حضرت شاہیہ میباشند چوں نسب صدیقی میدارند بصدقِ اتحادِ یکرنگ استفادۂ علمِ عربی از خدمتِ زبدۃ المحققین قدوۃ المجتہدین جناب مولانا دادا میاں صاحب حاصل نمودہ قراءتِ قرآنش از زمزمۂ خوش الحانی باہنگ انّ من البیان لسحرا مستمعان را مدہوش میسازد وہم در رنگیں طبیعت و رنگیں خیال نیکخو نیک خصال ودرین فن از تلامذہ میر کمال الدین کامل است

از افکار اوست

کیوں دشت کو ہو نہ سرخروئی　　ہر خار کو ہے زیارتِ پا

گرم جولاں یار کا رہتا ہے توسن آجکل　　باد بھی اس کا نہ چھو سکتی ہے دامن آجکل

جوش تخلصِ سید عبد الرحیم از باشندگانِ ایں بقعۂ شریفہ از سالے چند اقامت پذیر سورت اخلاقِ حمیدہ می دارد و در فارسی نثر پسندیدہ می نویسد بعد اتمام رسیدنِ ایں اوراق شیرازۂ عمرش گسستہ شد حیف کہ جواں مرد و کان ذو الکف فی شہر جمادی الثانی سنہ ثمان وستین و مائتین بعد الف صب اللہ علیہ سجال الرحمۃ و الغفران و اسکنہ بحبوحۃ الجنان او راست

روسے پہ نہ کر میرے دل آزار تبسم　　ہے تجکو ہنسی اور مجھے تلوار تبسم

حرف الحاء مہملہ

حامد تخلصِ عمدۃ التجار شیخ حامد بخشو میاں بخش میمن پسر اوست از سرکارِ انگریزی بخدمت منصفی ممتاز بودہ از سخندانانِ ایشانست

مانگ اس کی تو ہاں مانگے ہے　　دل کو لیکر یہ جان مانگے ہے

ابرو کرتی ہے ہمسری اس کی　　روبرو اب کمان مانگے ہے

حجاب تخلصِ محبوبہ ایست کشمیر الاصل برفاقتِ یک شخص منشی کہ در جنگ کابل بخدمتِ ترجمانی ہمراہِ امیرانِ دولتِ انگلشیہ بود و وارد بمبی شدہ چندے اقامت داشت نظر تخلصِ آں نامش از حجاب بر نیامد گاہے در ہندی موزوں می کند اما در زبانِ دری آں رشکِ کبک دری گفتار چوں رفتار خوش می میدارد غزل فارسی مع یک غزلِ ہندی بوساطتِ شخصے نزدِ فصاحت مآب مشفقی غلام محمد المعروف بیاں سجو

آمدہ بود بملاحظہ درگذشت الحق کہ مضامین .. فارسی را دلچسپ یافتہ است چون دریں
سفینۂ لآلی آبدار اشعارِ ہندی کہ ہمچوں صدف مملواست گذاشتہ شد مگر در ریختہ
کہ رگِ خامہ اش کم ریختہ است ایں شعر پسندیدہ شد

کیا جانے بھلا لذتِ دیدار کو اس کے　　جب تک کوئی یا دیدۂ خونبار نہ ہووے

حزیں تخلص حافظ غلام حسین از اربابِ سورت است و رہنگام دیوانی
بابو سیتا رام بدربارِ گانگواڑجاہ و منزلتے کہ داشت نصیب دیگراں نشدہ مرجع و
مآبِ امیر و فقیر بودہ دیوان در خدمتش اعتقادِ مریدانہ می داشت و حسنِ سلوک بجا
می آورد آگاہ نیم کہ چہ حادثہ پیش آمد یکبار کربتِ غربت را بر آرام و راحت اختیار
کردہ سالے چند غریب الوطن ماندہ چوں صانعِ ازل خمیر پیکرِ اش را بآبِ عشق بازی
سرشتہ و داغِ جانگدازی بر دلش نہادہ بسمل دشنۂ ناز زیبا صورتانِ پری پیکر و
زخم خوردۂ خدنگِ محبتِ گلرخانِ خورشید منظر است امروز عمرش از ہشتاد متجاوز
چوں جوانانِ عشاق مزاج بنظارۂ حسن ملیحاں بے طاقتانہ دیدید طلعتِ سیمیں
انداماں مضطربانہ بہر صورت حزیں خاطرِ حزیں خود را مسرور می دارد و بوطن مالوف
خود کہ سورت است بے پروایانہ عمر خود بسر می برد من اذکارہ

یہ صورت دیکھتے ہیں ہم چھپالے جسکا جی چاہے　　دھرا ہے ہاتھ پر دل کو چھڑالے جسکا جی چاہے
یہ نقدِ دل سر کوئے بتاں پر ہم نے ڈالا ہے　　غرض ہم کو نہیں اسکی اٹھالے جسکا جی چاہے
کرے شکوہ حزیں کیونکر جفا و جورِ عالم سے　　یہ عاشق دل ہے بے پرواستائے جسکا جی چاہے

تو قید سے باہر نہ نکل اپنی زلیخا　　یوسف کا ترے اور خریدار نہ ہو جائے

حسن تخلص سید حسن نام خلف میر باقر علی باقر اکتسابِ علم فارسی از پدر
خود کردہ بخوش نویسی معروف مردِ خجستہ اطوار است و از شعرائے مشہور احمد آباد و

نیز دریں فن با پدرِ خود مشورۂ سخن می کرد اکنوں ترکِ شعر گوئی کردہ از فکر او ست

میں بھی ہوں ہوشیار مطالب تجھے تو کر ہو نگا حصول　　شب جو میرے بخت کی مانند وہ سو جائے گا

نقدِ دل لوٹ لیا ناز و کرشمہ دکھلا　　ہاتھ سے بات سے اور چشم کی عیاری سے

کہو کیا بھلا ہوگا قاتل کا یارو　　کہ مارا ہے جس نے حسن سے جواں کو

حرف الخا معجمہ

خلیق تخلص غلام احمد از ساکنان بمبئی است فی الحقیقت جوانِ خلیق و غریب است نستعلیقِ فارسی را درست می نویسد اکثر در چھاپہ خانہا کتابت بسر می آرد از دست

گلرخوں کو وفا کا پاس نہیں　　جوں گلِ کاغذی ہیں باس نہیں

خوشتر تخلص سید برہان الدین عرف میراں صاحب ساکن قصبہ پھوے آبائش طریقۂ پیری و مریدی میدارند او بخلافِ آبا و اجدادِ خود ملازمت راجہ برودہ اختیار کردہ از تازہ مشقانِ ہماں بلدہ است و یا دعی اتحاد دارد تیغ سخناں را بہ فسانِ مشورتِ غلام قادر بلیغ آب می دہد نظرِ تخلص و دیگر ازیں چہ خوشتر باشد او راست

رشتۂ الفت جو وہ ظالم ہے مجھ سے توڑتا　　باندھتا ہوں تار اُسوقت آنسوؤں کے تار کا

جسمِ لاغر یہ نہیں ہیں رگیں　　لاکھ زنجیروں میں ہے تن باندھا

ہم نے قاتل کی تیغ ابرو دیکھ　　پہلے ہی سر سے ہے کفن باندھا

کون سے برق وش کو دیکھا ہے　　یوں جو بجلی سے بے قراری ہیں

جامِ مے پینے سے بھی وہ ذائقہ حاصل نہیں　　جو مزا بوسے سے ملتا ہے لبِ مے خوار کے

خوشتر تخلص سید قادر میاں نبیرۂ سید مہدی صاحب مرحوم کہ اوصافِ
جمیلۂ ایشاں مشہور است طبع رسا ذہنِ ذکا میدارد در فارسی و عربی استعدادِ معقول و
ہم علم فرائض بخوبی مستحضر دارد رفتار و گفتار بطرز نو پیاں درست و خوب است چوں
معاشِ مشائخین بر خدمتِ مریدان صورت می بندد لہٰذا اقامتش گاہے در سورت و
گاہے در احمد آباد از راقم تعارف باحسن وجہ جاری است من کلامہ

وہ رُخِ گلگوں جو آئینے میں عکس افگن ہوا تختۂ آئینہ رشکِ تختۂ گلشن ہوا

کثرتِ داغوں سے پہلے دل ہوا رشکِ چمن پیرہن بھی پھر تو سُرخ اشکوں سے گلگوں ہو گیا
تھا تصور اس قدِ موزوں کا دل میں اسقدر نالہ بھی اسدم جو نکلا دل سے موزوں ہو گیا

ہم اس کی ہوا خواہی میں جس طرح ہوئے خاک اس طرح سے واللہ نہ برباد کوئی ہو

خوشتر تخلص شخصے است از قوم بوا ہیر سورت سالہا طرفِ بنگالہ و اودھ
و صوبہ بہار بسر بردہ می گفت صحبتِ خواجہ حیدر علی آتش و شیخ امام بخش ناسخ را دریافتہ
ام گویند علم عروض و قوافی خوب مستحضر داشت و در ایامِ اقامت نواب براہیم خاں
والی سچین المتخلص بمحب در سورت کہ بمکان خود محفلِ مشاعرہ منعقد می ساخت خوشتر
با میاں تنجو صاحب و حافظ داؤد دلکش و سید و میاں اخلاص در یک وزن و قوافی
بایک دگر اشعار گفتہ غرضکہ ہر مصراعِ خوشتر خوشتر از قامتِ موزونِ خوبان قیامت
قامت و ہر شعرش جواب مطلع ابروے مہ رویانِ زیبا طلعت از چندیں در پردہ
رفتہ بمصداق کل نفس ذائقۃ الموت ذائقۂ ممات را خوشتر از لذتِ حیات دانستہ
داعیٔ اجل را لبیک اجابت گفت

فرق ہے اسفل و اعلیٰ کا جہاں پر روشن یوں تو ہے مورکے بھی نقشِ پر و بال میں چاند

حرف الدال مہملہ

دلکش تخلص الموسوم بحافظ داؤد و از حفاظانِ سورت بودہ در اخیر عمر بخدمتِ
منصفیٔ عدالتِ سورت از سرکارِ انگریزی سرفراز و در نکتہ بندی و لطیفہ گوئی و خوش
لباسی و پاکیزہ خوئی ممتاز بہ نسبت ہندی در زبانِ دری مشق زیادہ تر میداشت
و مضامینِ رنگیں می نگاشت کتابے لطائف النظر ائف نام بطریقِ مثنوی در فارسی بزعم
خود بطرز بوستانِ حضرت سعدیؒ گفتہ و گہرہائے خوب سفتہ ایں حاصل اشعارش
از گلہائے داؤدی خوش وانکارا و از تخلصِ او دلکش عرصہ چند سال است کہ بمودائے
آیہ کریمۂ کل من علیہا فان ایں جہانِ فانی را پدرود کردہ منہ

اخترِ صبحِ قیامت ہے دُرِ گوش ترا — رتبہ بیدم ہی کرے ہے لبِ خاموش ترا
سخت حیرت ہے کہ لیکر دلِ حافظ داؤد — کان پر ہاتھ رکھے ہے گہرِ گوش ترا

دل پہ سومعنیٔ رنگین گذرتے ہیں آج — کہ عوض بوسے کے انعام میں پایا بیڑا
زلف و رخسار تو ہیں آفتِ جاں پر میرے — خون کا اس لبِ خنداں نے اُٹھایا بیڑا

دلبر تخلص سید ابراہیم نام مرشد مقلدانِ ملتِ مہدویہ در ویشانہ زیست
میکند ہنگامِ ورودِ خود دریں شہر چند ابیاتِ طبعزادِ خود نزدِ راقم آثم فرستادہ
ازاں ایں یک بیت گزیدہ دریں اوراق ثبت یافتہ من کلامہ

وہ آنکھیں لال کرتا ہے ہمیشہ میرے رونے سے — بجا ہے چشمِ تر کو میرے کہیئے ساغرِ گل ہے

درویش تخلصِ سید درویش علی خلف مولانا میر عالم صاحب کہ فضائلِ
ایشاں لاتعد و لاتحصے است کہ اکثر فضلا از خوانِ تربیتِ ایشاں سیراب کلام بودند
ازانجملہ سید احمد صاحب مرحوم و حضرت دادامیاں صاحب اند بالجملہ حقیقتِ جلالِ وطن

از احمد آباد و متوطن شدن او بسبب از تعدی حکام مرہٹہ از اغوائے ابن عم خودش چندالست کہ ایں اوراق گنجائش آں ندارد و چند سال است کہ بگور آرمیدہ من سخنہ

ساقی نے آج سر پر چھینٹا سجا گلابی | زاہد نہ ہووے کیونکر اب دیکھئے گلابی

حرف الذال معجمہ

ذاکر تخلص اسم بزرگوارش سید محمود از بنی اعمام حضرت جد امجد راقم بنسبش بحضرت محبوب یزدانی سید احمد جعفر شیرازی قدس سرہ منتہی میشود تولد و نشو نما ایں شہر رشک ارم است مصدر مکارم کریمہ و محامد صفات پسندیدہ ظاہر ش ہمچو باطن مطابق و بمزید فضل و دانش بر ہمعصران فائق بر اضافہ علوم امتیازی تمام داشتہ لاسیما در دری زبان قدرت کاملہ و مضامین شستہ می یافت طرز نثر نویسی اش عذب و شیریں و گفتار گزیدہ اش دل نشین بہ انشا بطرز جامع القوانین تصنیف می فرمودہ در ابتدائے حال بخدمت صدر امینی قلعہ کھیرہ کہ از شائستہ خدمات انگریزیست قایم بودہ در عمر ہشتاد سالگی ودیعت حیات سپردہ امروز وفاتش را سیزدہ سال سپری شدہ گاہے دریں زبان بہ تفنن خاطر و پاس ہمزبانان سخن فرمودے قطع نظر از محاورہ ایشاں کہ دریں وقت مروج است فرقے است بعید ایں یک دو شعر کہ بموجب زبان جدید گجرات از بیاض حضرت جد امجد ثبت افتاد وہم باسم شریف خود متخلص می شدند

ہے اس روئے نکو پر اسطرح خط | قمر کے جس طرح ہو گرد ہالا
عبث ہے جستجو ذاکر دہن کی | نہیں تا عمر بھی یہ پانے والا

حرف الراء مہملہ

رحمت تخلص رحمت اللہ نام بود کہ در احمدآباد اقامت می داشت در عوام مشہور است منہ

دلا اب تو فرقت میں جاتی ہے جان — مجرّب کوئی اب دوا کر تلاش

رسوا تخلص مرزا عبداللہ بیگ خلف قائم قلی خاں سوائے علم ظاہری کسب باطنی از حضرت بڑا صاحب خدانما نمودہ باعزہ احمدآباد محبوب می شد قائم قلی خان چندمدت قائم مقام دیوانِ صوبدار احمدآباد بودہ دہولقہ و پیٹلاد جاگیر داشت باکان خان از زمان جنت آشیانی جہانگیر بادشاہ تا عہدِ فردوس آرامگاہ محمد شاہ بخدماتِ عُمدہ و مناصبِ رفیعہ فرقِ عزت بفلک می شوند و آوردہ اند کہ رسوا از اندیشۂ رسوائی جواب و سوال دیوانِ آخرت در آخرِ عمر دیوانِ خود را آب زد و ہمہ را یک دست بشست و باوجودِ آں دو شعر بہم رسید و التقاط گردید

بستانِ دل کے اندر گلزار ہیں تو ہم ہیں — اشجار ہیں تو ہم ہیں اثمار ہیں تو ہم ہیں

ہیں عندلیب بے نطق اس گلشنِ جہاں میں — اس عینِ لامکاں کے مختار ہیں تو ہم ہیں

رفعت تخلص سید رفعت اللہ از سورتیاں است ارادت در خاندانِ رفاعیہ می داشت منہ

چھد گیا دل کیا بلا تھی نوکِ مژگانِ یار کی — جس جراحت سے لگی ہے اب مجھے جاں کندنی

رکھو از تخلص واگاہی دست نداد خنیاگرے بود خوش آواز کہ بنغماتِ دلفریب فولاد دلاں را باعجازِ داؤدی نرم ساختے و بہ نسبتِ صورت سیرت پسندیدہ داشتے اصلش از سورت بودہ وہم در آنجا جامِ عمرش لبریز بادۂ فنا شدہ در فنِ خود شائستہ قانون داں بوجہ فیضِ سخن وراں طبعش مائل شعر شدہ از نتائجہائے ابیات خود بیانِ مصرع

قانون و رباب دلِ نالانِ عشّاقِ بے برگ و ساز میزد و مارا از نوا سنجی عندلیبِ فکرش رسید این است کہ فی زماننا این ہم از و غنیمت

زلفوں کو تو آراستہ اے یار کیا کر	پر دل کو کسی کے نہ گرفتار کیا کر

حرف الزاء معجمہ

زیرکؔ تخلص ہمش سید علوی ابنِ سید محمد سجادۂ درگاہِ علی بن عبد اللہ عیدروسؒ کہ مزار ایشاں در سورت واقع است از ایام قلیل مشقِ سخن پیدا کردہ اوصافِ حمیدۂ ایشاں بسیار مسموع می شود

جوں سایہ گر اسرو اُسے دیکھ زمیں پر	باعث یہی گلشن میں ہے پھولوں کی ہنسی کا

عبث دکھلاتے ہو ہر بار خال و زلف مجھے	بغیر دانہ و دام آپ کا شکار ہوں میں

حرف السین مہملہ

سلیمیؔ تخلص مردے سلیم المزاج و در فن منشی گری قابل و از معارفِ بمبئی است از موزونیات اوست

اس قدر وہ حسن میں اب فخر سے پر لے چلا	بدر بھی داغِ غلامی ناصیہ پر لے چلا

اس چمن کی سیر کو آیا جو وہ مانندِ گل	پارۂ دل ہر سرِ نوکِ مژہ پر لے چلا

سمجھوؔ تخلص ناظمِ کشورِ فصاحت فرمانروائے اقلیمِ بلاغت زبدۂ شعرائے تعالیٰ مقام خلاصۂ سخنورانِ ذو الاحترام غلام محمد ناصر المشہور بمیاں سمجھو اصل از بندرِ مبارک سورت اکثر بلاد را بگامِ مساحت پیمودہ وقتِ مراجعت از سفرِ حجاز در رکابِ ظفر انتساب شاہزادہ محمد جہان شاہ خلفِ محمد اکبر شاہ ثانی بادشاہِ غازی بدار الخلافت

دہلی رفتہ قصیدہ بفصاحتِ تمام و بلاغتِ مالا کلام در مدحِ حضرتِ ظلِ سبحانی انشا فرمودہ پس از حضورِ بارگاہِ سلطانی در صلۂ آں بخلعتِ فاخرہ مشمول نوازشاتِ خاقانی شدہ۔ مدتِ قلیل تا ہنگامِ اقامت خود در دہلی چند غزلیاتِ خود را پیش مومن خاں و خاقانی ہند محمد ابراہیم ذوقؔ در آورد بعدہ بحیدر آباد دکن رفتہ در سرکارِ راجہ چندو لال دیوانِ دولت علیہ عالیہ نظامیہ بسلسلۂ شعرا داخل و ملازم شدند اکنوں از مدت چند در سرکارِ عالی تبار ثریا جاہ نجم الدولہ ممتاز الملک نواب حسین یار مومن خاں بہادر والیٔ بندر کھمبائت بر عہدۂ وکالتِ انگریزی کہ از شائستہ خدمات آں سرکار والا است معزز و ممتاز اند در فارسی فاضلِ عصر و دیگر فنون کاملِ دہر اگرچہ شہرۂ شعرِ آں مجمعِ کمالات از دیگر علوم بیشتر است اما اشعارش نمونہ الیست بر دیگر فضائل او الحق حقِ اُستادی بر ذاتش مسلم اگر عسجدیٔ وقت گویم سزا است و اگر فردوسیٔ عہد خوانم روا است کلامِ اعجاز بیانش الہامے است کہ فرشتہ باین معنی ناطق شدہ و حسن سخنش یوسف صفتے است کہ عجوزہ طبعاں راز لیخا وار جوانی تازہ بخشیدہ الخصار افضلیت آں استاد منبجر آبِ دریا پیمودنست از تسویدِ کلامِ فصاحت نظامش بر مطالعہ کنندگان می نہد

گر یہی ضعف ہے تو موت سے ہم بے غم ہیں
جان کو جسم سے دشوار ہے باہر آنا

جلایا بادِ کوئے سرو قدنے جوں دمِ عیسیٰ
اڑا ہر ذرہ قمری بن کے اپنی خاکِ مشہد کا

صورتِ قبلہ نما عاشقِ ابرو کو ترے
بعد مردن بھی ہے بے جان تڑپتے دیکھا

دستِ گستاخ زلیخا سے بلائیں پاؤں کی
جیبِ یوسف ٹھوکریں کھا کر ترا دامن بنا

آنکھ بس ساقی پہ گرتے ہی پیالہ ہو گیا
تھا خمیر اپنا وہیں کا میکدہ مدفن بنا

کرتے ہیں تکلیفِ سیرِ گل مجھے ہجراں میں دوست
اس زمانے میں دیا کرتے ہیں دھوکا آشنا
ہے ذہن دسج اور دہکمر گم جن سے ہے دلبستگی
بات حق یہ ہے کرے اللہ پیدا آشنا

آگئی یاد اگر گردشِ چشمِ ساقی
حشر میں قبر سے اُٹھنا ہمیں مشکل ہوگا

دشمنِ جاں چشم و لب عیسیٰ النفس
فرق یہاں اعجاز پہ جادو رہا
دستِ فریادی ہے کس مظلوم کا
کھینچتا شانہ ترا گیسو رہا

ہر رگ و پے میں بھرا تھا عشقِ شیریں اسقدر
استخواں فرہاد کی کھا کر ہما طوطی بنا

قدم رکھتے ہی اسکے لوٹ تھا دل ساری محفل کا
دکھایا مرغِ قالیں نے تماشا مرغِ بسمل کا

میں نہ رویا گو جلا کیا کیا دلِ ناپختہ کار
آگ پر پانی نہ ٹپکا اس کبابِ خام کا

پروئے قصہ خواں نے جیسے موتی
ہمارے اشک کا تھا ماجرا کیا

میں تو ہوں کم نگاہی کا مارا
تم نے کیوں مجکو ہیچ مارا

آیا دوپٹہ تان کے سونا جو اُن کا یاد
مرقد میں پرزے ہوکے ہمارا کفن گرا

اُف رے خوں گرمی جو کھینچا زخمِ دل سے یار نے
تیر انگریزی سلائی کا سا روشن ہوگیا

جان پڑ جائی چمن میں تیرے قد سا ایک بھی — سرو ہوتا اس وضع اس ناز اس انداز کا

جی گیا بس روپ دیکھ آبِ دُرِ گوشِ صنم — ناتواں تھا میں بہت قطرہ بھی دریا ہو گیا

چپ شرارت سے ہے رہنا اس گلابی پوش کا — شعلۂ عالم سوز ہے اس آتشِ خاموش کا

لاغری میری جلاتی ہے ہر اک کے دل کو — یہاں شعلے کے برابر ہے اثر میں تنکا

تعظیم کیا کہ بزم سے مجکو اُٹھا دیا — افتاد کیا کہوں کہ نظر سے گرا دیا
دق ہو کے ہم نے اُس سے چھپایا تھا اپنا منہ — ہمدم کفن کو کھول کے پھر کیوں دکھا دیا

دل پہ کیا گذری جو ہے جوشِ شکر — دوڑتا آیا نامہ بر میرا
دن پھرے میرے اے بلند بختی — مہروش آیا بام پر میرا

نہ سادگی سے فزوں ہو جو قدرِ رنگینی — زیادہ شیر سے رکھتی ہے کیوں شراب بہا

منہ مت مرا چڑائے آئینہ دیکھئے — اس اچھے منہ کو کرتے ہو کیوں مہرباں خراب

ایک قدم راہ تھی ہستی سے عدم تک جوں اشک — بس نکلتے ہی ہوا اپنی میں گھر سے غائب

بد دعا غیر کو بھی میں تو نہ دوں گا سمجھو — قیدِ گیسو سے ہوا سکے کہیں آزاد رقیب

لازم ہے یہ اسے کہ سر راہ میں بچھائیں — توڑے ہے آکے شیشہ جو ہر بار محتسب

تن بلور و چہرہ آتش لبِ لعل و پر رنگِ حنا — ہے یہ قندیل روشن منجمد رنگِ شہاب

ابرو سے دل بچا تو مژہ سے جگر چھدا — روکی اُدھر کی چوٹ تو کھائی اِدھر کی چوٹ

پانی سے اُسکی آنکھ میں پتلا کیا ہمیں — اشکِ رواں کو سمجھے تھے ہم آبرو عبث

ظاہر رگیں ہیں ضعف سے تن کی برنگِ پاں — پیاسے ہیں میرے خون کے یہ خیرہ رو عبث

کب دھوئے ہے وہ پاؤں کہو اسکو ہات دھو — رگڑے ہے سر کو موجِ لبِ آب جو عبث

اے رشکِ یوسف آپ یہ زنداں نہ کیجیے گھر — آئینہ مت لگائیے گا چار سو عبث

اس کی جو الجھی طبیعت بال سلجھانے کے وقت — جی میں ڈر کر دانت کھولے رہ گیا کیا شانہ آج

سمجھو وہ کیونکہ ہات میں آوے کہ رکھے ہے — نازک کمر سے اپنی وہ نازک کمر مزاج

کر جاے ہے جہاں سے کنار لب آتے ہی — مر مٹنے کی یہ چال ہمیں بھی سکھائے موج

زہرہ کیا ہے آب دمِ سرد نے مرا — ثابت سرِ نسیم پہ ہے خوں بہائے موج

غربت میں کوئی ہوگا نہ مجھ ناتواں کی طرح — اپنا ہی میں غبار ہوں ریگِ رواں کی طرح

دل ہات سے گیا تو گریباں پہ زور کیا — اس مہ کو دیکھ ٹکڑے ہے از خود کتاں کی طرح

کام کر جاتی ہے مہندی کا نزاکت دیکھنا — عطر کے ملنے سے ہو جاتے ہیں دستِ یار سرخ
تجھ پہ مے خواری کا سمجھو لوگ کرتے ہیں گماں — آنکھیں رو رو کر کیامت کر تو جوں سرشار سرخ

فلک نے پاؤں پہ ڈالا اٹھا لا کے آخرِ شب — صنم نے شام کو پھر اُس کے مُنہ پہ مارا چاند
شبِ فراق میں تو حالِ اضطراب نہ پوچھ — کہ ہر گھڑی نظر آتا ہے اک ستارا چاند

خاک ٹھنڈا مرا کلیجا ہو — اس کے بن مجکو اک بلا ہے چاند

سمجھو ہے بامِ شیشۂ افلاکِ زرنگار — پر حیف چاروں طرف سے ہے یہ مکان بند

شہپرِ خواب اپنی سمجھو اسکی زلفیں ہو گئیں — دھیان میں ان کے سدا راتوں کو اڑ جاتی ہے نیند

عکس بابک دگر لبوں کا ہے — یا ترے رنگِ پان ہونٹوں پر
اپنے لب کی مجھیں بھی چاٹ لگی — کیوں نہ پھیروں زبان ہونٹوں پر
آیا پیغام بوسہ آج مرے — فخر رکھتے ہیں کان ہونٹوں پر

ہوں جو لاغر کنایتاً مجھ سے — خس کا منگواتے ہیں وہ اکثر عطر
عطر فتنے کا کیا ہے گروہ شریر — جو ملے فتنہ ہے وہ یک سر عطر

جس نے دیکھا اُسکا چلنا اسپ اک جا دو چلا — سحر کے پتلے کا عالم ہے قدِ دلدار پر
آبِ حیواں پیویں کیا بیٹھے ہیں ہم — زہر کھائے شربتِ دیدار پر

ہے نیا مضموں یہ اک سنجو بلاقِ یار کا   قفل گویا ہے درِ گنجینۂ اسرار پر

ہو مرغ کو سیندور سحر کا یہ سپیدا   یارب نہ سُنا تفرقہ پرواز کی آواز
کھل جاتے ذرا حضرت داؤد کے بھی کان   سنجو مرے سُنتے جو خوش آواز کی آواز

دل چرانے میں ہات ہلکا ہے   نہیں خوبوں کا اعتبار افسوس

ہوس تھی آمدِ محشر خرام قاتل کی   سو ٹھوکروں میں پھری اپنی ماری ماری لاش
موئے ہیں ہم غمِ پردہ نشیں میں صورتِ شمع   کفن میں صبح نہ آئی نظر ہماری لاش
یقین تھا ہمیں جوں نقشِ پا گلی سے تری   اٹھانے دیگی نہ یہ اپنی خاکساری لاش
رگڑ کے ایسے موئے ایڑیاں ترے بیمار   کہ اپنی گور میں اپنی ہی بس اُتاری لاش
اُٹھے ہیں ہو کے سبک ہم جہان سے سنجو   گناہگاروں کی ہوتی ہے ورنہ بھاری لاش

رونے سے مرے دل کے نہ ہو مضمحل آتش   یہاں گل کی طرح آب سی ہے مشتعل آتش
بجلی کے ہوا ابر میں چھپنے سے یہ روشن   ہے خندۂ پنہاں سے ترے منفعل آتش
آہِ دلِ آتش ہے نہ سمجھو اُسے شعلہ   از بسکہ لبوں سے ہے جو اسکے خجل آتش

دامنِ پشواز ٹھوکر سے اُچھل جاتا نہیں   مارتا ہے موج یہ بحرِ لطافت وقتِ رقص

کہے جو اُن کو کوئی مرجاؤں شمع ساں کہ مجھے   رکھے ہے زہر کا بس تلخیِ جواب خواص
تصور اسکا مجھے بیخودی میں ہے سنجو   کہ میرے عشق کا ہے مانندِ خواب خواص

یقینِ حرفِ وفا کب دہانِ یار سے ہو — کہ خود وہ بے اثر اور بس بے نشاں اخلاص
نصیب لڑتے ہیں وہ ماہ پھرے ہے صلح کناں — رکھے ہے ہم سے کچھ ان روزوں آسماں اخلاص

ادائے دوست پہ تھا خوں سر قرض — کیا رشک عدو نے وہ ادا قرض
شبِ ہجراں میں مرنا تھا یہ لاچار — قضا نے کی جو سستی رہ گیا قرض
جلا کیا شمعِ کشتہ پر مرا جی — قصاص اسکا تھا مجھ پر کیا بلا قرض

خط کترنے جو گل اندام نے چاہی مقراض — چہچہے کرتی تھی بلبل کے سے کیا ہی مقراض

دامنِ قاتل نچوڑا پنجۂ مژگاں سے ہے — اشکِ خونی کا تو سمجھو اک بہانا تھا فقط

مجھ ناتواں سے ٹوٹ سکے اس کا کیا لحاظ — پردہ اٹھا دے یار کا توڑ اے صبا لحاظ
خلوت میں اس نے آتے ہی مجکو اٹھا دیا — سمجھو میں اس کی آنکھوں میں گویا کہ تھا لحاظ

اسیرِ باغ کو شبِ تاریک ہے تو کیا — ہر شاخِ گل جلے گی ترے آگے جائے شمع

پاؤں میں اس کے رنگِ حنا ہو گیا سیاہ — قد شعلۂ چراغ ہے وہ سایۂ چراغ

منظور اب ہے دیدۂ خونبار کو کہ ہو — تیار کوئی اس کے سرِ رہگذارِ باغ

ہر شرارت پیشہ کو سمجھو بجھانا دیکھ کر — آگ غفلت سے لگا دیتا ہے اماں میں چراغ

ناخن سے اپنے خط کئے ہیں ہم نے بنائے حرف — یادِ خراشِ دل اُسے شاید دلائے حرف
غصّے کا یار کے جو نہی اندیشہ آ گیا — لکھ کر سوال بوسے کا لب سے اُٹھائے حرف
کیا خاک سوکھے دیدۂ تر کا لکھا جو حال — کتنا ہی ریت ڈال کے ہم نے سُکھائے حرف
لکنت یہ بے سبب نہیں لب اس قدر ہے تنگ — ٹکڑے نہ جبتلک ہوں تو کیوں ہوں ادائے حرف
مکتوب میں جو بات ہے ہم میں کہاں یہ بات — خوش آئے ہم کو گفتگوئے بے صدائے حرف

یوں توڑے شیشہ محتسب اور اس طرح ملے — بنت العنب کی خاک میں حرمت ہزار حیف

سنجو وہ یار بھی ہے شراب اور ماہتاب — یہ نعم الاتفاق ہے اور حُسنِ اتفاق

جنبشِ دامنِ جاناں کو ذرا دیکھ مسیح — جان پا کر متحرک ہوئی تن سے پوشاک

زخمہائے تن پہ رکھتا چن کر پلکوں سے اُسے — کاش اشکِ شور میرا گر کے بن جاتا نمک
چل گئی ہے موجِ تیغِ خندۂ دنداں نما — ریزۂ الماس سے مانگے ہے دل میرا نمک
خندہ سے واقف نہیں مطلق لبِ شیرینِ یار — ہے دیارِ حُسن میں شکر سے بھی مہنگا نمک

سنجو لبِ دلبر پہ ہوا سبزہ نمودار — لایا ہے عجب کچھ یہ نگینِ شجری رنگ

عاشقِ زلف کا یہ ہے اثرِ بختِ سیاہ — کہ ہو منظور اسے شمع بجھانا شبِ وصل
شرم سے یار کے منہ پھیرنے کا ہے یہ علاج — آئینہ چار طرف اب کے لگانا شبِ وصل
انقلاب اس کے سوا اور نہ دوراں دکھلائے — کہ تری پائنتی ہو میرا سرہانا شبِ وصل

شیریں لبوں کو جو سے دشنام کھایئے — پرہیز کیوں کریں کہ نہیں اب دوا قبول
آغوش میری خالی ہے مدت سے اے حکیم — قولِ خلا محال ہو ہجراں میں کیا قبول

دہانِ یار کی تنگی نہ پوچھو — کہی جاتی نہیں ہے بات مشکل

گو چرخِ ہفتمیں پہ دماغِ عدو ہے خیر — سمجھو تو بچ کے سایے سے بس ابن زحل کے چل

ناتوانی نے نہ شرمندہ مجھے ہونے دیا — ورنہ منہ تھا مجھے ناصح کو دکھانا مشکل
کشورِ حسن میں کس مرتبہ ہے قحط یقیں — آگے خوبوں کے قسم کا بھی ہے کھانا مشکل

شیشۂ ساعت سے ہیں ہم خاکسار — خاک ہی بس اپنے پیراہن میں ہم
لاغروں کی بھی ہیں آنکھوں میں حقیر — تار سے ہیں دیدۂ سوزن میں ہم
پہنے ہے موتی کا زیور گلبدن — اشکبار اب ہونگے پھر گلشن میں ہم
آبِ زر سے لکھتے ہیں اس لب کے وصف — جڑتے ہیں یاقوت کو کندن میں ہم

طغیاں کی علامت ہے بہت چمکے ہے گر برق — طوفان مچاوے گا یہ ہر بار تبسم
موسیٰ پہ برستا تھا دمِ شب یہ ہے وہ شہد — منہ سے ملے ہونٹوں کا شکر بار تبسم

نمود اپنی ہے بس اس شمعِ بزم آرا سے دنیا میں — غرض ہیں صورتِ تصویرِ فانوسِ خیالی ہم

یاد کر دشت میں کوچے کو ترے آبلوں سے — پھوٹ کر لگتے ہیں رونے مرے ہر بار قدم

ایڑیاں تھک کے تری راہ میں رگڑیں یہاں تک خارِ پا سے ہوئے ہیں ریش میرے یار قدم
ندیاں کوچے میں بہنے لگیں اس ظالم کے ایسے بیماروں نے رگڑے پسِ دیوار قدم

بلا سے برقِ آفت سے تو ہے ہم پر گرے لیکن نگاہِ یار سے رکھتے ہیں یہ چشمِ عنایت ہم
سراپا چشم ہے نقشِ سمِ آہو سے کل صحرا کوئی طرفہ تماشا ہیں ترے مجنونِ الفت ہم

مہندی لگا کے سینکتے ہیں وہ تو اپنے ہات اور لوٹتے ہیں آگ پہ ان کی حنا سے ہم
زلفیں سنوار شامتِ عشاق سے نڈر ہوں گے کبھی گر اسیر تو تیری بلا سے ہم

تنگ وحشت سے ہم کو ہے صحرا اب کدھر کو نکل کے جاویں ہم

سبزۂ پشتِ لبِ یار سے لازم ہے حذر شہدیں نے ہر ملا کر وہ دیا کرتے ہیں
میں وہ مجنوں ہوں کہ صحرا کی ہر خارِ خشک دامنِ برق سے بھی لیتے لیا کرتے ہیں
فرنگیں ہیں اگر عاشق و معشوق تمام بِن کہے آنکھوں میں پہچان لیا کرتے ہیں

مر گئے پر بھی ہو چکا آرام گر یہی آسماں ہے زیرِ زمیں

روشن ہے یہ مکر چاندنی سے مکار ہیں جتنے مہ جبیں ہیں
تیغ ان سے نہ اُٹھ سکی یہاں سر ہم اُن سے زیادہ نازنیں ہیں

ترے غرفوں میں شیشے کے بنائے جس نے دروازے عزیمت خاں ہے اس نجار کا اب نام عالم میں

عبث یہ تھا بقدم کا ل سیاہ نہیں (۴) — وہ کون ہے ترے قدموں کا بوسہ خواہ نہیں
قبائے سبز پہن وہ نہ سرو کا دہوکا — نہ پھر یہ کہیو کہ ہیں آبِ زیر کاہ نہیں
بلند اہل صفا کی نگاہ میں ہیں پست — فلک کو دیکھ لو آئینہ میں وہ جاہ نہیں
نہ کیونکہ دیکھ رہے آئینہ ہے پشتِ قدم — حیا سے وہ کئے نیچے عبث نگاہ نہیں

سوچا نہ کچھ مآل کہ بیٹھا ہے یار رکھی — گل شمعیں اپنی آہ سے بزم عدو کی ہیں
مژگاں خلافِ وضع تری کر گئی ہیں کام — گو سوئیاں بعینہ بس وہ رفو کی ہیں

پار جس سینے سے ہو تیری نگہ وہ نہ اُٹھے — زخم رکھتی ہے مری طرح سے کاری چلون
اس کا مقدور تھا یوں بیچ میں حائل ہوتی — تیری پشتی سے ہی روکش ہے ہماری چلون

سیمابِ مقید ہوں میں شیشے میں جہاں ہوں — بے تاب ہوں اندازۂ گرمی کا نشاں ہوں
ہمراہِ صبا خاک ہوں میں نالہ کناں ہوں — گویا جرسِ قافلۂ ریگِ رواں ہوں
خاصیتِ ضدین مری ذات میں ہے جمع — نظروں میں سبک ہوں تو ہیں خاطر پہ گراں ہوں
گویا ہوں جوابِ دہنِ یار میں نالاں — خاموش رہوں تو نہ کوئی جانے کہاں ہوں
میں سنگ سے اطفال کے ہوں تا بکمر غرق — مانندِ فلک زیرِ زمیں نصف نہاں ہوں

جوں عکس میں لاغرِ حزیں ہوں — آتا ہوں نظر پہ کچھ نہیں ہوں
ہوں زیرِ فلک سدا مکدر — جوں دُرد میں خم کا تہ نشیں ہوں
بوٹے سے ہے قد کا دل میں نقشہ — میں کیا شجری کوئی نگیں ہوں

اب پشتِ لب اس گل کے آغا ہے سبزہ کا — آبِ دُرِ دنداں کی تاثیر اسے کہتے ہیں

دو تیری ہیں خوش جمال آنکھیں — جاتے ہیں حیرا غزال آنکھیں
رو رو کے غبار لائیں آخر — دیکھ آئی ہیں کس کی چال آنکھیں
اس باغ میں کھول دیکھ سمجھو — تو کر کے ذرا خیال آنکھیں
شبنم سے ہے پات پات جلوہ — نرگس سے ہیں ڈال ڈال آنکھیں

حادثاتِ چرخ کب ہر دم نہیں — تیروں کی برسات کو موسم نہیں
گہنا موتی کا اُتارا یار نے — دھوپ نکلی گل پہ اب شبنم نہیں

میں بھی گویا رجال غیب سے ہوں — ہوں نحیف اسقدر جدائی میں

کون یہ پاک گھر آکے رہا آنکھوں میں — مردمِ دیدہ جو اشکوں سے یہ گھر دھوتے ہیں
چاندنی سی ہے جو دالان ہیں سارے سمجھو — کیا وہ بے پردہ چھپر کھٹ میں مگر سوتے ہیں

پسند ترکِ ادب مجکو تیرا جان نہیں — سو دست و پا میں دمِ نزع کھینچ تان نہیں
مجھے کچھ آئے ہو رونا سا خندۂ گل پر — ہزار شکر کہ وہ شوخ بدگمان نہیں

اکیلا اور عریاں دور ہوں اس چھترا باں سے — زیادہ جی جلا گرمی میں سمجھو آپکے سرا میں

جوشِ گریہ نے نہ چھوڑا کوئی تنکا باقی — رشکِ غبار سے کھٹکے تھا یہ گھر آنکھوں میں

فیضِ شادابیٔ رنگین مزاجاں ہے رسا   گر حنا پاؤں میں ملئے ہوا ثر آنکھوں میں
پردۂ چشم ہے یا پردۂ فانوسِ خیال   شکل پھرتی ہے تری آٹھ پہر آنکھوں میں

دکھلاتا اس کا منہ جو نہ ہوتا نقاب میں   دیکھا نہ ہوگا تونے زلیخا یہ خواب میں
جادو ہے کوئی محرمِ آبِ روانِ یار   چڑیا کو جس نے بند کیا دو حباب میں
ہم مستِ چشمِ یار ہیں ساقی ڈبو کے دے   ہم کو کوئی کباب ہرن کا شراب میں

اشکوں نے میری رکھ لی کیا آبروئے عزلت   مثل حباب لیکر پھرتا ہوں گھر سفر میں
جب تم گئے غش آیا اور وہ گیا تم آئے   ہے میری بیخودی کو ضد تم سے ہر سفر میں

داغِ اشکِ خوں سے خالی عشق میں کب ہے کنار   گل برنگِ خار دامن گیر اس بستاں کے ہیں

اس کی نوخیز چھاتیوں کے سے   پھول گلشن میں ایک اس نہیں
اور بھی ہیں تو اس قرینے کے   ایک بونٹے کے پاس پاس نہیں

ہو تجکو حنا اور مجھے اک نوع کی ٹھنڈک   مل جاوے جو پاؤں سے اگر تو مری آنکھیں

تھا صورتِ عکسِ آب کیا میں   جاتے ہی تمھارے بس نہ تھا میں

کوئی ہیرا نہ کھائے دیکھکے دانت   مسکرایا کرو ہنسا نہ کرو
ہمدو سرو قد سے مجکو ملاؤ   نیم سے تپ کا ٹوٹکا نہ کرو

دیکھو سمجھو زمانہ نازک ہے عشق اس کی کمر کا جانے دو

کیا ہے شوقِ دل لکھکر روانہ کوئے دلبر کو کبوتر کیا کہ میرا لے اُڑا نامہ کبوتر کو

ہوا ہے آئینہ جب سے حضورِ صاحب کے ہمارے یار بھی تم ہو رقیب بھی تم ہو
مسیح تم ہو یہ انگڑائی لو جو ہو کے کھڑے ہمارے قتل کو شکلِ صلیب بھی تم ہو

اب چشم ہے خدا سے ہم کو کرم کے ساتھ دل سا رفیق پھر گیا چشمِ صنم کے ساتھ
چپ بیٹھ رہنے دو مجھے بس منہ ہی مت لگاؤ آتی ہے جان لے کی طرح ہچکیوں دم کے ساتھ

آگے ہے اس مہروش کے چشمِ پر نم آئینہ اُڑ کہیں جائے نہ مثلِ آبِ شبنم آئینہ
یار کے دیکھا تنِ شفاف سا کم آئینہ سر سے پاؤں تک ہے وہ جوں قدِ آدم آئینہ
کھیلنے کے لیکے میرے دل کو طفلانِ حسین توڑ ڈالا کس نے یہ واللہ اعلم آئینہ
ہے اشد تحقیق قید الماء من قید الحدید گھر سے کس صورت سے باہر آئے ہمدم آئینہ
اہلِ عالم کرتے ہیں پشتے سے یہاں پیدا نمود ہو نہ بن سیماب صورت گیرِ مردم آئینہ

جھکا قامت اپنا ضعیفی میں سمجھو جوانی کے بھی بانکپن سے زیادہ

یہاں رات بھر مدام درِ میکدہ ہے باز کچھ دورِ کمینی نہیں چشمِ بتاں ہے یہ
کانوں میں انگلیاں وہ رکھے نالے میں کرلیا اُلٹی ہمارے عہد میں رسمِ اذاں ہے یہ

کیا مزا دے ہے دو رُخ دیکھ کے غش ہو جانا خواب شیریں ہے کہ اک قت سحر آتا ہے

رحلِ ابرو پہ جبیں سا تیرے سے قرآں چاہیئے صادق الاخلاص مجھ سا ناظر خواں چاہیئے

کچھ تو دنیا کی ہوا کھائیں فلک کے ساکن عرش کی سیر کو ہے آہِ رسا کی مرضی

کہیں کھٹکے نہ حسن و عشق میں پھر تیر مژگاں سے دل لگی سی ہے
پھر یہ تاریکی زلف کی کیا ہے منہ کی حالت تو چاندنی سی ہے
آہوئے چشمِ یار کو سمجھو ہم سے اک گرگ آشتی سی ہے

صرف و نحو عشق کا پوچھو نہ حال ق بے قیاس اس فعل میں تعلیل ہے
غم مضاعف فکر ناقص وصل شاد بے مثال اس کے سر لکتا ویل ہے
علم آزادی میں ہم علامہ ہیں دل ہمارا فارغ التحصیل ہے

قاتل کی میں شکل دیکھ تو یوں اے خنجرِ آب دار دم لے
جلدی نہ کرا ے اجل کہ سمجھو ہے کشتۂ انتظار دم لے

زبس بلاکشِ راہِ صدا انتظار ہوے ہمارے دیدۂ پُر نم بھی پُر غبار ہوئے
کھڑا ہے غرفے میں آتش کا کون پرکالا کہ تارِ شمع جو چلون کے تار تار ہوئے

کیا اُڑا دی وہ مری سونے کی چڑیا تو نے ہائے گردن نہ تری مرغِ سحر ٹوٹ گئی

نہ کیونکہ سر سے گذر جائے موجِ خونِ شک | دوپٹا یار نے اوڑھا ہے آج شنجرفی

دی طبا شیر رنگِ باختہ نے | رہے کیا کیا بخار اُلفت کے
نزع میں آے سو بھی ہمرہِ غیر | تا کہ مر جاؤں مارے غیرت کے

ہے تجلی گاہ موباف زری کے نور کی | اسکے کب جوڑے کو پہنچے چوٹی کوہ طور کی
کیا لگے دل گھر بنیا اور لوگ سارے غیر جنس | خوش نہ آوے یار بن صورت بہشت و حور کی

کون در سے ترے قاتل کے مگر پاس آتا ہے | کیا غضب تیر بھی آتے ہوئے تھرّاتا ہے
غم سے خالی نہیں دنیا کی خوشی کے بھی کام | سر مہ بھی دیتے ہیں تو اشک نکل آتا ہے

ماہ تیرے روبرو ہو پانی پانی شرم سے | چادرِ مہتاب بھی بنجائے چادر آب کی

از بس دہانِ دلبرِ انگریز تنگ ہے | کیا نکلے مُنہ سے بات کہ قیدِ فرنگ ہے

چراغِ طور فندق یار کی موسیٰ کو دکھلاوے | انگوٹھا ملکہ اتر کے یدِ بیضا کو دکھلاوے
بلند از بس ہوا تیری مسیحائی کا اب شہرا | عجب کیا آسماں پر گر زمیں عیسیٰ کو دکھلاوے

اپنا تو ہے دم حباب کا بس دق | کیوں خضر نے عمر جاودانی کاٹی

مجکو کیا ہے پست فلک نے یہاں تلک | ممکن نہیں بگولہ مری خاک سے اُٹھے

عطر فتنے کا میں لوں غیر کو ملنے دوں اُسے　　　پر مرے جی میں یہ آتا ہے کہ شر کیجیے

خاک تھا اُس بزم میں دیکھا جو کچھ　　　آنکھ اپنی صورتِ گلگیر تھی
ضعف سے جوں زلفِ خوباں پاؤں میں　　　بے صدا دائم مری زنجیر تھی

اُٹھ سکے کیا ہم سے جورِ زلفِ یار　　　اب نہ وہ بل ور نہ وہ طاقت رہی

کون بالائے ماہتابی ہے　　　چاند کو چھپنے کی شتابی ہے
کون سیمابِ تن نہا کے گیا　　　یوں جو موجوں کو اضطرابی ہے
مہ کے جلوے پہ پھر گیا پانی　　　یار اوڑھے دوپٹا آبی ہے
چاند ہوتا ہے صدقے سایے پر　　　کس کے گھر کی یہ ماہتابی ہے

رخسارِ یار کو عرق آلودہ دیکھ کر　　　گلشن کے سارے پھولوں پہ پس اوس پڑ گئی
زنجیر کا خدا کرے آباد گھر رہے　　　ہاتوں سے اُس کے پاؤں کی اپنے رگڑ گئی
سمجھو غبار اپنا اڑا اُس گلی سے جب　　　اک خاک تھی کہ چشمِ رقیبوں میں پڑ گئی

منہ اس کے گاہے جانبِ ابرو نہ کیجیے　　　قبلہ بھی ہو تو سجدہ اودھر کو نہ کیجیے
گہہ اپنی چشم و ابرو سے کافر خدا سے ڈر　　　یوں رہ کے عین کعبے میں جادو نہ کیجیے
پانی ملا کے مے نہ پیو دستِ غیر سے　　　پانی کسی کا رشک سے لوہو نہ کیجیے

ماہ نے اس سے جو لی رات لڑائی منہ کی　　　تا ابد داغ لگا ایسی تو کھائی منہ کی

سرمگیں اشک کی مانند عجب کیا ہے خال — گرد ڈھلکنے کو لگے ہو یہ صفائی منہ کی

ٹھنڈ میں کب منہ سے نکلے ہے دھواں دل جلگیا — سرد مہری بتانِ آتشیں رخسار سے
گھر مگر سمجھو یہ اسکے عاشقِ گریاں کا ہے — بیکسی جس کے برستی ہے در و دیوار سے

اس نے چٹکی لی تو کیا ہے درد میٹھا سا ہوا — انگلیوں کا پور ہر اک نیشکر کا پور ہے
دل شکستہ مجھ سے دشمن کا بھی ہو سکتا نہیں — ناتوانی کا بھی عالم اپنی سمجھو زور ہے

مہروش کی ہے چوٹی ایڑی تک — سر پہ شام آسے سایہ ڈھلتا ہے
کس کی آئی مساس عشق میں یاد — دل کوئی سینہ میں سلتا ہے

جان اٹکی ہے لبوں پر جیسے اٹکا دل مرا — ہو گیا مرنا بھی مشکل آپ پر مرنا مجھے
لاش لاوارث کی سمجھو کس کو غم تجہیز کا — صبح آیا کیا ہی رونا شمعِ کشتہ پر مجھے

دیکھ اپنا عکسِ چشم وہ بیخود مدام ہے — آئینہ اس کے ہاتھ میں صہبا کا جام ہے
جو ہو سو منہ پہ صاف کہیں شکلِ آئینہ — آئین میں ہمارے تقیہ حرام ہے

قیدِ ہستی ہے بے ثبات اپنی — پا بزنجیر آب کی سی ہے
اس کے بڑھنے کی کیا کہوں حالت — چادرِ ماہتاب کی سی ہے

ضعفِ وحشت میں سگِ کوئے صنم یاد آیا — ہم نے پھاڑا جو گریبان تو دامن اس نے

زیست وصلِ وصالِ دوری ہے — دیدہ نادیدۂ حضوری ہے
انوری کا قصیدہ ہے قامت — خط جو ہے نورِ ظہوری ہے

جی نہیں اٹھنے کو ہوتا صورتِ نقشِ قدم — خاک بھی ستورت کی سمجھو کیا ہی دامنگیر ہے

مل کے مسی کو کچھ اس پر سے اتار لیجے — کیونکہ لوگوں نے ہے دانتوں پہ چڑہائی مستی

آئینے میں وہ دیکھ ذقن اپنی غش ہوئے — در پیش پیچ ہے چاہ کندہ کو چاہ ہے
ہاتھ اپنے ان کے پاؤں کی جانب ہیں دوڑتے — گستاخیوں سے پہلے ہی عذر گناہ ہے

شب جیلانے رخصتِ بے پردگی اسکو نہ دی — ورنہ کھل جاتا ترا پردہ مقرر چاندنی
زخمِ دل کو یہ مضر نور بصر کو وہ مفید — گردِ راہِ یار سے ہوگی نہ بہتر چاندنی

لچکتی بارِ نظر سے تری کمر لگتی — نظر نہ آئی تو اچھا ہوا نظر لگتی

لکھا ہے قصہ سوزِ دروں میں ڈرتا ہوں — ہوائے بالِ کبوتر سے خط بھڑک اٹھے

آنکھوں میں شکل پھر گئی کس کی ہے مثل شمع — شعلے بھڑک اٹھے مرے تار نگاہ سے

حرف الشین معجمہ

شایق تخلص صدر نشین دودمان سیادت و عالی نصاب خاندان فخامت

میر غیاث الدین نام از سادات گرامی و روسائے نامی سورت۔ دگر صفات حسنہ و اوصاف حمیدہ زباں زدِ خاص و عام و مشہور انامست۔ در فنون عربی بے عدیلِ زماں و در فارسی بے مثالِ آواں گلشنِ سخن را بانواع گلہائے رنگا رنگِ معنی برہمزنِ ہنگامۂ گلستان کشمیر ساختہ و گلبن نظم را صفوفِ شجراتِ متانت رونق تازہ و زینت بے اندازہ بخشیدہ سنبلِ کلاکش پُر پیچ و تابے است چوں زلفِ مہوشانِ گلعذار جنالیش سروِ سہی است بباغستان فصاحت ہمیشہ بہار بہمہذا کلکِ دُر سلکش در واقعہ آں گلگوں کفن عرصۂ قیامت و شہسوار میدان شہادت جناب سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا اشکبار است۔ ہذا من کلامہ

ہے آسماں زمیں پہ زمیں آسمان پر　　ظاہر ہے آئینہ میں زمانے کا انقلاب

برسے لگے تاہے تو بھی کچھ نہیں کرتا ہے تاب　　بن گیا اُس بت کا تصویر نہالی کا مزاج
کچھ نہیں جائے تعجب اس کی ہو گر طبع گرم　　ذاتہ ہوتا ہے پُر حدت لآلی کا مزاج

شمع نے اور میں نے سوزِ عشق سے　　رات رو رو کر گذاری تا بصبح

زبس پاسِ ادب ہر چند تھا دل میں مجھے لیکن　　کیا ہے آپ کی ان شوخیوں نے اسقدر گستاخ
کچھوں کو تیرے مقناطیس کی بیشک ہے خاصیت　　مرا دستِ رسا ہر گز نہیں ہے سیمبر گستاخ

نام شائق وہ اگر بھول گیا غم کیا ہے　　خلطِ اصلی میں ہے نسیاں کو بشر سے پیوند

جل گئے عشق میں ہے سر سے قدم تک تو بھی　　آفریں شمع کی نکلی نہ زباں سے فریاد

سُرخ تکمہ نہ گریباں میں سمجھ شیریں کے — بلکہ وہ اُس کے گلوگیر ہے خونِ فرہاد

دلِ شائق ہے شیشۂ شفاف — شوخ کے دل میں ہے غبار افسوس

جلترنگِ ساغر کا ہے اور قلقلِ مینا کا راگ — بن گئی ہے محفلِ عشرت دوکانِ مے فروش

دامن میں قطرے لے مرے خونناب اشک کے — لازم ہے تجھکو لالِ بدخشاں کی احتیاط
روروکے پھوٹ جائیں گے مثلِ حبابِ بحر — شائق کر اپنے دیدۂ گریاں کی احتیاط

مثلِ بادِ تند پُرطغیان و پُرطوفاں ہو جب — آہ کو اپنی کرے کیونکر ترا بیمار ضبط

کب فرق ہے رشتہ میں تا یہ شیخ و برہمن — کرتے ہیں عبث سبحہ و زنار میں تفریق

کس کی ہے تیغِ ادا کا استویٰ خطِ رخ پر — ابر کے پھاٹے رکھے ہے اس پہ جو وہ آب تلک

تند اس حد ہے ہوا آہ کہ مرنے کے بعد — پھول تربت پہ ہوئے میری چڑھانا مشکل
بے نظیری سے کیا بت نے خدائی دعویٰ — آئینہ اس کو ہوا اب ہے دکھانا مشکل

دل کی مرے ہزار جو آنکھیں ہوں کیا عجب — رکھتی ہزار میں ہے بلاشک ہزار چشم

مہ جبیں کی یاد آئی اوڑھنی — چادرِ مہتاب سے کچھ کم نہیں

اوڑھنی تارکشی سر پہ پری رو کے دیکھ | تنکے جنتی ہے نگوں سر ہو بچاری چلون
عشق کا دیکھ نتیجہ کہ بنائی اس نے | جسم کی میرے رگیں کھینچ کے ساری چلون

پہلو میں دمِ خلوت با ناز و ادا تیرے | نکلی جو دہاں سے تھی وہ بات ہے آنکھوں میں

غمگسار نہیں ترے ہوں یا کہ اغیاروں میں ہیں | جو ہیں ہم ہوں غرض تیرے گرفتاروں میں ہیں

جلایا جب سے اسکی زلفِ مشکیں پُرشکن نے دل | تو جوہر بوے عنبر ہو وے اسکی زلفِ پیچاں میں

ابھرے دل کے ہیں یہ شمس و قمر | ایک ناری ہے ایک آبی ہے

جامۂ آبی میں قلزم کے کہاں ہے وہ چنت | موج خیز اس کے جو یا جامۂ اطلس میں ہے
دلبری میں اسکی آنکھوں کا ہو کیونکر فیصلہ | ایک ساغر مست ہیں دو کشمکش آپس میں ہے

اس کے اور میرے جو ہیں بدنظری کے اطوار | دیکھ کر چشم کو نرگس کی حیا آتی ہے

روزن کرے دیتی ہے مرے شیشۂ دل کو | چتون ہے تری یا کہ یہ ہیرے کی کنی ہے

بہت دشوار ہے گوہر کو پانی | ہمارے اشک کی جو آبرو ہے
میں قرباں ہوں تصور کے کہ ہر دم | دکھاتا شکل تیری ہو بہو ہے

خواب کب ہے خیال نے اسکے — ایک فتنہ بڑا جگایا ہے
ہے گلابی جو ہچکیاں لیتی — کوئی مے خوار یاد آیا ہے

جلانا مارنا ہے عاشقوں کو اسکے قبضہ میں — صفائوں میں و شکل ہست ہے پر کرتا خدائی ہے

یہاں تک تو نزاکت ہے کہ ڈالے جو گلے ہیں — زنار ہوئی خون کی زنار کے نیچے،

نہ ہلا تو ہی نہ خنجر قاتل شاید — پیشتر عادت بسمل کبھی ایسی تو نہ تھی

شرر تخلص مرزا غلام علی نام از مغل زادگان بودہ مسکن در سورت داشت در عین بہار زندگی صرصر اجل گل وجودش را پژمردہ ساخت عزیزی ایں شعر نامش خواندہ و دریں اوراق ثبت آمدہ

آج تبخال لب نازک پہ اُسکے ہے عیاں — کیا شرر تم نے ملا مے ہونٹ اسکے لب سے لب

شرف اسم با مسمی شخصے بود در سورت پیشہ چابک سواری داشت ہمعصر عبداللہ شاہ تجرد و میراں اللہ نادر بودہ او راست

منہ پر پرونے دکھایا ہے خدا خیر کرے — دل کو نظروں میں اُڑایا ہے خدا خیر کرے

شعلہ تخلص نامش حسن یار مشہور بہ بڑے آقا از اہل سورت مذہب اثنا عشریہ می دارد در ابتدائے مشق با مجی غلام محمد ستجو صاحب بازار مشورہ سخن گرم میداشت دیوانے مختصر فراہم آوردہ مرد وارستہ مزاج دخوش اختلاط دریں ایام ارشد اولاد فارس خانست ازمن کلامہ

تیرے کاکل کے تصور میں مجھے اے شعلہ رو — شمع کی لو پہ دہویں کے بل بھی دکھلاتے ہیں سانپ

دیکھکر زلف تری بہتی نہیں حیرت سے　　　　ورنہ جوہر سے ہے آئینہ حیران میں موج

کہاں میں اور کہاں وہ دامنِ یار　　　　چہ نسبت خاک را با عالم پاک

نالے جا ہیں ہیں خاک دے برباد　　　　اسکہ دسیل اشک بھڑکے آگ
ہو ویں پامال سیکڑوں بے دل　　　　وہ جھولے ناز کے سمند کی باگ

کیا دکھائی تہے ہیں یہ چشم تر دیکھینگے ہم　　　　مثلِ آئینہ بھرا پانی سے گھر دیکھینگے ہم

اُلفت کی جو تیغ کھائیں گے ہم　　　　داغوں کو سپر بنائیں گے ہم
ایسا ہی بتو ستاؤ گے تو　　　　واللہ حرم کو جائیں گے ہم

زہر کا کام کیا تیرے لبِ شیریں نے　　　　ہم ترے لعلِ روان بخش سے بیجان ہوئے

شعلہ کے دے ہے ہاتھ میں سر رشتۂ اَل　　　　زر کا مبادا کاکلِ پیچاں کبھی کبھی

شعلہ کدھر سے آئے بھکتے ہوئے یہاں تم　　　　کرتی ہے چشم پر خوں کیوں یوں شرر فشانی
آویزہ گہر سے روشن ہے اس کے رُخ پر　　　　ٹپکے ہی پڑتی ہے وہاں خوبی و نوجوانی

شوق تخلص نقشِ رنگین سخندانی وفیضِ خامۂ خوش بیانی مظہرِ فیوضِ الٰہی میر عباس علی پورِ حضرت قاضی سید زین العابدین قدس سرہٗ سلسلۂ نسبت بحضرتِ محبوبِ یزدانی پیر دستگیر روشن ضمیر حضرت سید احمد جعفر شیرازی رح منتہی میگردد در ہنگامہ کہ والد

بزرگوارش منزل گزین خلد برین شدند معزز الیہ بسن تمیز رسیدہ بود نواب گورنر جنرل بمبئی نظر علوے خاندان آباء کرامش نمودہ مبلغ پنجاہ روپیہ بنامش مقرر کردہ بالجملہ مومی الیہ تقویٰ و صلاح و ورع و فلاح راشعار ذات نیک کردار خود ساختہ اتباع شریعت نبوی غایت و تقلید ملت حنیف حنفی نہایت۔ در فارسی دستگاہ ارجمند و در حل نکات قوت دلپسند چوں شوق دریں فن شوق تمام و رغبت تمام میدارد افکار صحیحہ فصیحہ سرمیزند شاہدان سلاست ابیاتش بکرشمہ و ناز شکیب ربائے زرف اندیشان بلاغت گوش و گلعذاران نکاتش بغمزۂ جادو فریب اضطراب افگن ارباب عقل و ہوش خلاصۂ فکر ایشان است

خواب مے زوشی مجھے آتے ہیں اس میں شیخ — اس جگہ شاید کسی ہنگام میں مے خانہ تھا
لے گیا قاصد کو میرے یوں اڑا مکتوب شوق — بات کرنے میں ہاں تھا وہ یہاں گویا نہ تھا
شمع حسن یار پر قربان ہونے کے لئے — کونسا پروانہ تھا محفل میں جو پروانہ تھا

کاہے کو ہووے غم ہمیں اپنی وفات کا — پانی ہے اس کی تیغ میں آب حیات کا
صاحب ہیں یہ بھی تو زر خوبی کے واعظا — کر حکم ان حسینوں پہ کچھ تو زکات کا

میں مژدۂ وصال سے اک دم میں جی اٹھا — دم دے کے آج رشک مسیحا و دبن گیا

مت آپ یہ کہو کہ نہیں آہ میں اثر — سو بار ہم نے چرخ سے یوں تو ہلا دیا

تصویر رخ رنگین یار میں مجھکو — تماشا رہتا ہے آٹھوں پہر گلستاں کا
عجب نہیں دہن یار گر نہ آئے نظر — دکھائی دیتا ہے چشمہ بھی آب حیواں کا

دے دیا ہم نے دل جب لے شوق　　ایک دن آہ اس نے دل نہ دیا

کان کی بالی کا پتا تابشِ رُخ سے ترے　　ہو گیا گویا کہ پتا نخل دشتِ طور کا

دیا دل شوق نے اس بت کو کہکر　　توکلتُ علی اللہ تعالیٰ

ہے بسکہ شوقِ بوسہ تو پھرتا ہوں چومتا　　کوچے میں جس کے پاؤں ہوں ہیں نقش پائے دوست
ہم شوق سے اُٹھاتے ہیں بیداد اُسکی شوق　　تابِ عدو ہے کیا کہ اُٹھائے جفائے دوست

موجوں کی طرح سے ہے جو دل بیقرار آج　　وہ بحرِ حسن کس سے ہوا ہم کنار آج
آنے کا وعدہ ہے کسی گلرو کا اپنے گھر　　جا اور جا برس کہیں ابرِ بہار آج

مضمونِ مارِ زلف کیا آن میں شکار　　طاؤس جب خیال کا اپنے ہوا بلند

ہمنشیں ڈرتے ہیں بسکہ مجکو لاغر دیکھ کر　　بیٹھتے ہیں پاس میرے گر تو بستر دیکھ کر
اسکے ہے لگایا ہم نے خط شوق پر ؟　　تاکہ داغ اسے یاد آئے دیکھ کر

قاصد جواب خط مرا لایا نہیں ہنوز　　اس نوجواں کو خط مگر آیا نہیں ہنوز

وحشت میں یہ پہناتے ہو اے چارہ گر وہم　　اُس زلف کے ہیں ہم نہ کہ زنجیر کے مشتاق
تکلیف ذرا اے بتِ سفاک ادھر بھی　　صدقے ترے ہم رہ گئے شمشیر کے مشتاق

زندہ اک خلق ہو چلی ہے دفن — ہم نے وحشت میں یہ اُڑائی خاک
مر گیا میں جو قبرِ دشمن کی — بہرِ تسکیں اُسے کھلائی خاک

جنت کو چلیں اُٹھا کے حوریں — اُس کو میں جو جا کے مر گئے ہم

ہر روز دوربینِ تصور سے شوق ہم — دیکھا کسی کو کرتے ہیں ہر چند دور ہیں

جگر کے ٹکڑے کرو دل کو چور چور کرو — جو تم سے ہو سکے مت اے بتو قصور کرو

اس کے چہرے سے مہ کو کیا نسبت — بات ہے یہ بھی کوئی دور کرو
مہِ کنعاں کا حال ہے روشن — حسن پر مت بتو غرور کرو

یہی ہے سوچ جس کو تا نہ حرف آئے نزاکت میں — مقرر تم کو شوق آپ وہ لکھے گا نازنیں نامہ

کمر بند آپ کا ہے دام عنقا — میاں ثابت ہوا تیرے کمر ہے
پڑی ہے چاندنی ہر سو جو غش ہو — وہ مہتابی پہ شاید جلوہ گر ہے

شوق پھر اندیشہ کیا ہے تیرگیٔ قبر سے — جی تصور میں ہے نکلا ایک شمع نور کے

سوجے کیا خاک اس کے درباں کو — سرمۂ سحر ناتوانی ہے
ہوویں عاشق کسی پہ کیا ہم شوق — خضر سی کس کی زندگانی ہے

گھر سے باہر نہ پڑ پر دُ نکل آیا کیجیے　　سر پہ دیوانوں کے جن کو نہ چڑھایا کیجیے

ہوا ہے ہاتھ مرا خالی سطح اب شوق　　کہ دیکھنے کو نہیں نذرِ مہرِ محرم کے

خوبیٔ طالع ہے یہ بھی کہ ہوں مجرم میں بھی　　ورنہ خوبی پہ تری یوں تو ہیں مائل کتنے

سفاک اپنا ہو نہ یہی شوق دیکھ تو　　آتا ہے کھینچ کے جو یہ تلوار کون ہے

شیدا تخلص خواجہ سعید نام ابن الخال نواب حسام الدین حسین خاں بہادر جغتائی نژاد بودہ اصلش از دہلی بودہ در بروہ از بہا نخانۂ بطون قدم بعالم وجود نہادہ مردِ نیک سیرت و خوش طبیعت بودہ ذہنِ سلیم و فکرِ مستقیم داشت در ہر زمینِ سنگلاخ دو دو سہ طرح غزل میکرد برجودتِ ذہنش این نقل زبان زدِ برنا و پیر است آوردہ اند وقتیکہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ مولفِ تذکرۂ گلشن بیخار بعزمِ زیارت خانۂ مبارک وارد بروہ بودند مشارالیہ خبرِ نواب شنیدہ بحضورش رفت و طرحے خواست کہ برا و طرح سخن کند نواب موصوف منزل زدہ و تعب کشیدہ راہ بود عذرِ عدم گفتنِ سخن بریختہ زبان آورد چوں التماس او از حد گذشت ناچار این بیت فرمود

احباب تنگ کرتے ہیں فکرِ سخن کو اور　　تنگ آ رہے ہیں جان سے اپنی سفر میں ہم

شیدا کہ شیدائے این معنی بود بمجردِ اصغاء این بیت غزلے گفت و مصرع اولیٰ بیت نواب را تغیر دادہ و مقطعِ غزل کردہ بنظر ایشاں در آورد

شیدا طرح مانگے تو کہتے ہیں شیفتہ　　تنگ آ رہے ہیں جان سے اپنے سفر میں ہم

شیفتہ بعد مطالعۂ غزل متبسم شدہ تحسین و مرحبا بر ذکاوت طبع شیدا خواندہ و در تحسین

تاریخ بعد الف راہی سفرِ حجاز بود بعد شرفِ عتبہ بوسی روضۂ مقدسہ فیما بین حرمین الشریفین زادہما اللہ شرفاً در عینِ عالمِ جوانی واصلِ لقائے رحمانی شد اللّٰہم اغفر والرحم صاحب دیوان است آنچہ گفتارش بہم رسید ثبت گردید۔

ہر آن تیغ سے شیدا کو کیا ڈراتے ہو — بس آزمالیا جب جی میں آزمانا ہوا

بزم میں رونے لگا جو ابھی ہنستے ہنستے — تیرے شیدا کو خدا جانے کہ کیا یاد آیا

گھر میں آتا مرے آتا ملک الموت سمجھ کر — آیا ہے یہاں قاتلِ خونخوار کوئی شخص
میں نے کہا کوچے میں ترے آؤں تو بولا — جاتا نہیں جنت میں گنہگار کوئی شخص
ہنستا کسی گل رو سے نہیں میں کہ مبادا — ہو جائے گلے کا نہ مرے ہار کوئی شخص

نہ ذوقِ سجدہ سے ہیں برہمن نہ اہلِ دیں واقف — مگر ہے آستانہ ترا یا میری جبیں واقف

مجھکو دعویٰ عشق میں تجھکو غرورِ حسن ہے — میں کروں بلبل کو شرمندہ تو کر گل کو خجل

رشکِ عدو سے رنج اٹھاتے ہیں گھر میں ہم — آرام کے لئے ہیں خیالِ سفر میں ہم

بیمارِ محبت کو ترے رشکِ مسیحا — تعویذ کی جا ہے تری تصویر گلے میں

قصدِ توبہ شکنی خلد میں حوروں کو ہوا — تا دمِ مرگ جو شیدا نے نبھائی توبہ

کیا بڑی عمر ہے یاد اس کو ابھی کرتے تھے ‏ ‏ ‏ وہ سواری بت ہوش ربا آتی ہے
کس مزے سے مجھے کہتے ہیں وہ دیکر بوسہ ‏ ‏ ‏ کس کو بیمارِ محبت کی دوا آتی ہے

شمس تخلص حکیم شمس الدین خلف حکیم عبد اللطیف از متوطنان سورت.
بسیار خوش اخلاق و خوش صورت بود افسوس کہ چراغ زندگانی آں گل گلشن لیاقت
را صرصر اجل در عین شباب کشت و فاتش را قریب بست سال می باشد بن تجلیات ذکاره

تو صبحدم نہ نہا بے حجاب دریا میں ‏ ‏ ‏ پڑے گا ٹوٹ ابھی آفتاب دریا میں

حرف الصّاد مہملہ

صاحب تخلص نواب رفیع الدولہ بیگ نام خان بہادر معروف بنواب
حامد بیگ خلف نواب مرزا محمد بیگ والی ایں بلدۂ مینوسواد انوارِ مکارمِ اخلاقش
زیادہ تر از آفتاب پرتو اندازِ ساحتِ جہاں است تا چہاردہ سال باستقلالِ تمام
رایاتِ عدل و داد برافراشتہ تاریخ چہارم جمادی الاول سنہ احدے و ثمانین و مایہ
بعد الف طایرِ روحش از قفسِ عنصری بسرادقِ خلد بریں پرواز نمودہ شخصے تاریخ وفات
غمِ عالم یافتہ چوں طبع دقاد وہشت ہموارہ با ارباب فضلا و شعرا رغبتِ کلی میداشت
بدیں تقریب از اکناف و جوانب علما و فضلا ہرفن رو بیارگاہش نہادند و ہر یک
فراخورِ رتبۂ خویش بصلہ و جایزہائے فاخرہ سرفرازی و عزتِ مالا کلام یافتے و اکثر وقت
بعد الفراغ از مہماتِ مالی و ملکی مشغولِ شعر گوئی می شدند و شعرا را بیش از بیش نوازش
می فرمود از کلمات الیشان است

آہ معلوم نہیں ساتھ کے اپنے شب و روز ‏ ‏ ‏ لوگ جاتے ہیں چلے سو یہ کہاں جاتے ہیں

صوفی تخلص درویشی مجہول الحالست کہ در احمد آباد می ماند او راست

اُس زرد پوش کی جو ہنسی کی صفت لکھوں ‏ ‏ ‏ صوفی مرا قلم شجرِ زعفراں بنے

حرف الضاد معجمہ

ضاحک تخلص مرزا احید الدین بیگ خلف نواب امتیاز الدولہ معز جنگ بہادر والی این بلدہ بعد تنزل ریاست پدر بزرگوار خود در بمبئی رفتہ اقامت میداشت و بوقع وقار تمام میزیست و از سرکار انگریزی برایش ماہوار مقرر بود قریب بست سالست کہ راہی سفر آخرت شدہ مسموع یافتہ کہ صاحب دیوان است من کلامہ

دل پژمردہ کی تو داد دلا جا آجا — شربت وصل مجھے یار پلا جا آجا
یہی امید ہے ضاحک کہ بہانہ مت کر — میرے زخموں کو ترے لب سے ملا جا آجا

نرگسی چشم کا بیمار ہوں کن کان کا — تشنۂ شربت دیدار ہوں کن کان کا

حرف الطاء مہملہ

طالب تخلص مرزا محمود بیگ المخاطب بعزت اللہ خاں از امرائے نامدار سرکار نواب حامد بیگ بودند از وست

طالبا بازار دنیا کے تماشے پر نہ بھول — کارواں کتنے گئے ہیں اس جہاں سے کوچ کر

طالب تخلص شیخ علی اللہ ساکن قصبہ مرتبہ کہ یکے از قصبات حوالی احمد آباد است الحال بطور ملازمت مہاراجہ گائکوار اقامت برودہ می دارد واو راست

اڑ جائیگا یقیں ہے غبار سے کے طور پر — پہنچی جو آہ میری اگر آسماں تلک
میں بھی تو جان لوں کہ اٹھا دے یہ بار غم — گاہ زمیں کی بھی نکل آوے زباں تلک

حرف الظاء معجمه

ظفر تخلص ماہرِ رموزِ شاعری سید ظفر حسین بخاری داماد سجادہ حضرت برہان الدین قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ تولد و نشو و نما باحمد آباد دارد در حل نکات فارسی و دریافت استعارات دخلِ معقول و در نثر نویسی و تاریخ دانی سلیقۂ مقبول چون نفسِ ناطقہ اش لذت یافتۂ این فن است نظمِ دلکش و اشعارِ بے غش می نویسد سید یست بفنونِ خلق و علم معروف و از احبابِ راقم و تربیت یافتہ سید باقر علی باقر مِن خیالاتہ

جنبشِ بازوے نازک نے کیا کام تمام　　ہاتھ کرتے بھی نہ پایا وہ ستمگر اپنا

ظفر تیری غزل کل کس نے میخانے میں گائی تھی　　لبِ مینا سے جو ہر دم خطابِ لفظِ قلقل تھا

گھر بنا خورشید رو کا سمتِ مغرب شہر میں　　توبہ سے کیجئے پیش از طلوعِ آفتاب

چشم پر طوفاں کی گنجائش نہ ہو گی شہر میں　　میرے رونے کو ستمگر اک بیاباں چاہیئے

حرف العین مہملہ

عابد تخلص نامش غلام زین العابدین عرف میاں جان پسر منشی حسین اللہ مولدش قصبۂ راندیر است خدمت تحصیلداری قصبہ مذکور از جانب سرکار انگریز بوالدش مفوض بود از چندے در سلکِ ملازمانِ نواب صاحب کھنبایت منسلک۔ در فارسی فی الجملہ استعداد دارد فکرش درست معلوم می شود فیض یابِ اصلاحِ میاں سمجھو صاحب است اوراست

خندۂ دنداں نما سے کیوں نہ وہ گلرو کرے — عاشقِ مفلس کی خاطر درفشانی ان دنوں
اس پری کو دیکھ غصہ ہوش عابد اڑ گیا — دشمنِ جانی ہوا ہے یارِ جانی ان دنوں

عباس تخلص سید عباس علی از ساداتِ ایں بلدہ بود و در سلکِ منشیانِ نواب امتیاز الدولہ معز زخاں بہادر سرفراز یک دو ورقہ نوشتۂ او بنظر رسید معلوم شد کہ فارسی را خوب می دانست حالاتِ جنگِ نواب موصوف با سرکار کمپنی و قابض شدنِ انگریزاں بلدہ بھروچ را تمام و کمال در نظمِ ہندی آوردہ از و یادگار است زیادہ از سی سال است کہ ہم آغوش لحد است منہ

جس جگہ حسن کا بازار ترے ہوئے گرم — یوسفِ مصر کا واں کوئی خریدار نہ ہو

علی تخلص شیخ علی ملقب بھری متوطن بمبئی است و از مشاہیر شعرائے انجاست. مسموع شدہ کہ یک قصۂ عشقیہ بنام نواب مدراج موزوں کردہ بھری موصوف از سپہرِ گردونِ دون آنچہ صلہ و انعام کہ یافتہ بود در راہ قطاع الطریقاں بدو دوچار شد آں ہمہ بدیشاں توضع نمود در فارسی ہم سرے زند میں انکارانہ

مرا جلتا ہے جی اس بلبلِ بیکس کی غربت پر — کہ گل کے آسرے پر یوں لٹایا خانماں اپنا

عزلت تخلص اسمش سید عبد الولی خلف سید سعد اللہ از قدیم نازک خیالان سورت است مزار بزرگانش بنزد شہر مزبور در مغلی سرا کہ یکے از محلات سورت ست واقع است بر توطن سورت او ایں نقل شاہد است از انجا کہ غلغلہ جہاں گردی سید موصوف باوجود تخلص کردن عزلت بسان شہرۂ عنقا در عالم رفتہ در شہرے ہنگام سیاحت بمحفل مشاعرہ باکسے درویشے سلوک ظاہری کم مرعی داشتہ باشد ازیں جہت آں مردِ آزاد ظرافتاً دستِ عزلت گرفتہ ایں شعر فوراً خواند

عبد الولی بسورتِ بندر رسیدہ است — شکر خدا بدستِ قلندر رسیدہ است

عزلت از نجو ہر فقیر سطلع شدہ مرہمِ معذرت بر ریشِ درویش نہادہ اگر لفظ سورت بسین مہملہ

بندر را مرادف بوزنہ تصور کنند ا نگاہ یک لطف بطریق ایہام حاصل شود والا نہ چیزیرا
کہ قلندراں اکثر قردہ را پرورش می کنند غرضکہ عزلت دو دیوان وارد دیوان ہندیش
دریں بلاد کمیاب لہذا فقط بر چند اشعار کہ در تذکرہ ہائے سابق نوشتہ اند تقلید کردہ
شد چوں شاعر قدیم اینجاست لہذا بالکل ذکر او را ترک کردن مناسب بنظر نہ آمد خلاصہ فکر اوست

مرگِ دل کا ہی فاتحہ نہ پڑھا — عزلت اخلاص کیا رہا ہوگا
داغ اشکوں میں بوئے خون ہے آج — گل کے لالہ کہیں ہنسا ہوگا

ہم سے گر سر نہ جھکا اہلِ تکبر کا تو کیا — فخر آدم ہے کہ ابلیس کا مسجود نہیں،

فقیروں سے نہ ہووے رنگ لاف ہمسری پیا — ترا جامہ گلابی ہے تو میرا خرقہ بھگوا ہے

شکستہ کرکے مرا دل نظر نہ کر اس پر — یہ ٹوٹا آئینہ ہے منہ تری بلا دیکھے

عرفی تخلص غلام وجیہ الدین نام از فرزندانِ حضرت شاہ وجیہ الدین قدس سرہٗ
من وجہ در سخندانی بہرۂ طبع ہموار دارد از تازہ مشقانِ کھنبایت است ازوی گوید

کس نے کی جنبشِ ابرو کہ گرا طاق سے یہ — پھر ہوا شیشۂ دل چور دو بارا اپنا
لیں جد ہر بوسہ اُدھر دل کے ہوں ٹکڑے عرفی — خنجرِ ابروئے قاتل ہے دو دھارا اپنا

غبارِ نقش پائے گلرخاں ہوں — ہوا خواہ ہوں کہو بادِ صبا کو
طبیعت ہو رسا عرفی جبا پنی — دکھا دے یار گر زلفِ رسا کو

اب کس کو کہیں سوا خدا کے — بت سنتے ہیں عرض کب کسی کی

تھی وصل کی شب بھی ہات پائی　　پائی نہ مراد ہم نے جی کی
خاموش بقول گویا عرفیؔ　　اچھی نہیں شرح عاشقی کی

علویؔ تخلص الموسوم بغلام جیلانی از اولادِ شاہ وجیہ الدین مولدش در احمد آباد وسن رشد در لکھنؤ بایت رسیدہ در یافتِ مذاقِ مضامینِ شعر باندازہ خوب طرزِ سخن گوئی خوش اسلوب مردِ نیک سیرت و عالی فطرت است اصلاحِ سخن از میاں سنجو صاحب جاریست از کلام اوست

خاک ڈالی دیدۂ درباں میں اپنے ضعف نے　　ہم گئے محفل میں اور وہ دیکھتا ہی رہ گیا

تو فلک مجھ سے اگر برسرِ احساں ہوتا　　میں سیہ بخت تو تھا کاکلِ خوباں ہوتا

اتنی مدت سے میں عریاں ہوں کہ اے جوشِ جنوں　　چاک کرنا بھی گریبان کا میں بھول گیا

گرہ بازلف کبوتر بھیجا اس کو بدلے قاصد کے　　کہ تا عقدہ کھلے اس پر مری بے تابیٔ دل کا

یہ عالم اس بھبھو کے کا ہے جس محفل میں وہ گل تھا　　وہاں گل ہو گئی تھی شمع اور پروانہ بلبل تھا

فندقِ پائے نگاریں ترے دھو کر پینا　　ہے تپِ دل کو مرے شربتِ عناب سے خوب

اہلِ سخن یہاں کے بھی سحر البیان ہیں　　موتی نہیں اُگلتے ہیں کچھ شاعرانِ ہند

سرمۂ سحر تصور ہے مرا اے علویؔ　　اس کو اب مجھ سے ہوا خود کو چھپانا مشکل

مرا تو ناصحو اس سے بھی دن نکلتا ہے　　شراب کا ہے کو ہے آفتاب شیشے میں

اہلِ جنت کو ہوا عرصۂ محشر دوزخ　　تپشِ دل جو وہاں لائی پریشاں مجکو

عشقِ کاکل نہ چھوڑنا علوی　　سانپ رکھا بھی کام آتا ہے

جس جائے دیکھوں صورت جاناں نمود ہے　　آئینہ وار بن گئے دیوار و در سب مجھے

کام آیا کچھ نہ عشقِ بتاں کنجِ قبر میں　　ہاں ایک وہاں چراغ تھا داغِ جنوں مجھے

یہاں گر طبع برہم ہے تو وہاں زلفِ پریشاں ہے　　لبوں پر گر یہاں ہے آہ وہاں بھی دودِ قلیاں ہے

ہے نثارِ گردِ راہِ یار نورِ آفتاب،　　آستاں پر ہے بجائے سنگِ مرمر چاندنی
شب وہ کہتا تھا اجالے میں ترے گھر کیونکہ آئیں　　مجکو علوی ہو گئی سدِ سکندر چاندنی

حرف الغین معجمہ

غالب تخلص سید حاجی میاں از سادات بروده مرد خوش مزاج و حمیدہ اطوار و از آباء و اجدادِ خود داخلِ زمرۂ ملازمانِ مہاراجہ گائیکواڑ است اکثر طبعش مائلِ مناقبِ جنابِ مرتضوی است از فکر کردہ اوست

زلف میں اور پریشان ہوا دل اپنا　　کب سنبھلتے ہیں سنبھالے سے جو دیوانے ہیں

چاند تک کھلا کے سمجھاؤں یہ کیا صورت کروں — مانگتا ہے طفلِ دل ہٹ کر کے اسکی سی شبیہ

غمگین تخلص منشی قمربخش اصلش از ہند قریب سی سال است کہ در ندمائے خاص نواب ابراہیم خاں والی سچین شمردہ می شود شگفتہ طبع وخوش وضع است او راست

شمع رویوں کی ملاقات سے کرتا ہے تو منع — ناصحا آگ لگو اس ترے سمجھانے کو

دامِ ہجراں میں گرفتار ہوں جوں مرغِ اسیر — پڑا تڑپوں ہوں رخِ خال کے میں دانے کو

غنچہ تخلص اسمش خواجہ ابراہیم از باشندگانِ سورت مرد خوش صحبت وخوش سیرت و شیریں خلق و تواضع و ظلیت میدارد گاہے محرکِ فارسی ہم میباشد درا وائل مفلس تخلص میکرد روزے نواب ابراہیم یاقوت خاں والی سچین کہ از جوہریانِ این فن است نظر بر گوہر بے بہائیش فرمودہ تخلص مفلس بیجا انگاشت و گفت کہ ایں روزے غنی تخلص نماید غنی کہ از فکر مجوز غنی بود بدیہتہً ایں شعر بر زباں راند فرمودہ ۔

کب تک کہے گا مفلس اے چرخِ بد گہر تو — یاقوت خاں نے مجکو اب تو "غنی" کیا ہے

عرصۂ چند سال ست کہ در سرکار نواب حسام الدین خاں بہ پیشۂ طبابت متعلق قوتِ حافظہ کمال است اشعارِ اساتذہ یا د ذہنش بسیار ازوست

آج اُس جھوٹے کی جھوٹی مے ملے گی کیا مجھے — جو بھڑکتے ہیں مرے پیرِ مغاں کچھ شب سے لب

مثلِ تصویرِ تحیر میں بس آجا وے ہے — آئینہ دیکھے ہے جب اس مری حیرانی کو

رہتی ہے چپت چڑھی اب کسکی سنہری رنگت — جوان دنوں غنی کا چہرہ ہے زعفرانی

حرف الفا

فاضل تخلص اشہر الاماثل شیخ فاضل مشہور بہ دوسو میاں کہ کہین برادر شیخو میاں بخش

مرد خوش مزاج و خوش گو مستجمع اوصافِ نیکو در فارسی قدرتِ نیک اما در گجراتی ید طولیٰ دارد لہٰذا از جانبِ سرکارِ انگریزی بر خدمتِ منصفی مستقل و از داعی راہِ اتحاد با حسن الوجہ جاریست و از تلامذۂ میاں ہیجو صاحب است من نتائج طبعہ

فرطِ شوقِ وصل سے دوڑے ہے اُٹھ اُٹھ نزع میں ۔۔۔ مرتے دم پاؤں نکالے کیا تیرے بیمار نے

فایق تخلص ایں ضعیف و نحیف اگرچہ فقیر دریں فن رغبتے و میلِ خاطر نمید اشت گاہ گاہے بعدِ انفراغ از طالبعلمی بتحریکِ محبانِ صادق و احباے موافق فکرِ سخن میکرد متوقع است کہ خود را بزمرۂ نکتہ پروران نامی و دقیقہ سنجانِ گرامی در آرد امّا نظر بائینکہ دقیقہ شناسانِ روشن قیاس و رَوشن قیاسانِ دقیقہ شناش بمقتضائے نفسِ سلیم خطا پوش و طبعِ حلیم عذر نیوش بے بضاعتاں را معاتبِ خطائی کنند و در اخفائے معائب می کوشند افکارِ مو ہومۂ خود را معروض می دارد

اندیشۂ صبح میں شبِ وصل ۔۔۔ بس صبح ہوا وصال اپنا

کہتے کہتے حالِ دل قاصد کو پہنچے یار تک ۔۔۔ شوق نے کیا منزلِ مقصود کو پہنچا دیا
خواب میں نظارہ ہونے کے سبب کچھ تھی امید ۔۔۔ بختِ خفتہ نے وہ لے تعبیر کو ملیٹا دیا

ہوا یہ غم کھلی جب خلد میں آنکھ ۔۔۔ یہاں کوچے سے تیرے کون لایا

اپنی قسمت کے لکھے کو روئیے ۔۔۔ کیا گلہ ہے گنبدِ دوار کا

زلف کے کھلتے ہی تاریکی ہوئی سب میں نمود ۔۔۔ روزِ محشر پہ گرا سایہ شبِ دیجور کا

کاٹے ہے اب انگشت کو حسرت سے دہاں میں — کشتہ جو اُسے فائقِ بے دل نظر آیا

نہیں قالین کی حاجت رہی کچھ — بچھانے کو ہے کافی مرگ چھالا

گر ہمکنار ہوں گے نہ اس بحرِ حسن سے — دُنیا سے پھر کریں گے کنارا بسانِ موج

کس طرح دل کا اب حصار کریں — عشق پہنچا ہے فوجِ غم لے کر

مے پئے گا نہ یار بن فائق — گر کوئی آئے جامِ جم لے کر

مثلِ گوہر اس کے دندانِ درخشاں دیکھکر — ہو گئے اختر سما کے سارے حیراں دیکھکر

شہید کر کے نہ آیا مزار پر قاتل — تو بیقرار ہوں بسمل سا زیرِ خاک ہنوز

نہ نامہ نہ پیغام سے ہے تسلی — رہیگا یہ پھر جانِ غمگین کب تک

شمع رو کے عشق میں فائق ہوئے ہیں سوختہ — پر بہت ہیں اب بھی پروانے کے شرمانے کو ہم

دن بدن طفلِ اشک ہیں ابتر — دیکھیں اطوار کیا نکلتے ہیں

شمع کی قبر پر نہیں حاجت — اپنے سب داغ دل کے ہیں روشن

جان دی تب ہوا وصالِ صنم — نفع کو دیکھ اور ضرر کو دیکھ
شمع پروانہ دیکھتا ہے کیا — تو مری سوزشِ جگر کو دیکھ
کیا وہ جیتا ہے ہجر میں ظالم — پوچھتا ہے یہ نامہ بر کو دیکھ

اُن کا پیکاں ہے آبدار بہت — پر مرے خون کا پیاسا ہے

یاس و اُمید کے جھگڑے میں پھنسے ہیں فائق — کب خدا جانے ہمیں اُن سے رہائی ہو گی

اس بلندی پہ کیوں فلک ہے غرور — جتنی رفعت ہے وہ ہی پستی ہے

بے نیازی ہے اسکی قابلِ ناز — جرم بخشے ہے ہر بہانے سے
اُس دہن لے کیا لبِ معشوق — جی بتنگ آ گیا زمانے سے
حیف ہے چھوڑ دے گی اس کی — فائق اغیار کے ڈرانے سے

یار کے ہم ہیں تشنۂ دیدار — آب کوثر سے کیا ہو سیرابی

دم آ گیا حدادوں کا لبِ ناک میں ہمدم — دیوانگی کرنے لگے زنجیر کے ٹکڑے
فائق جو کئی دن سے مقلد بقضا ہیں — اس واسطے کرتے ہیں مزامیر کے ٹکڑے

فدا تخلص سید حسین نام از ساکنان قصبۂ بڑودہ سید سپاہ پیشہ است مشورۂ سخن باخواجہ سعید شیدا میکرد از وست

زکوٰۃِ حسن دو بوسہ فدا کو — کسی سائل کو جھڑکایا نہ کیجے

فرحت تخلص ابنِ نواب براہیم یاقوت خاں والی سچین برادر کو چک سیدو میاں
اخلاص از نامش مطلع نیم ایں چند اشعارِ ایشاں بنامِ ایشاں مشہور بود نوشتہ شد۔

یہ حضرتِ دل جس کی نگاہوں پہ مرے ہیں — مدِ نظر اس شوخ کے جدھر سے وہ ہرے ہیں
جس دن سے جدے دل نے کئے یار سے فرحت — کچھ تجھ ہی سے تنہا نہیں عالم سے برے ہیں

فرحت تخلص نامش بسانِ فرحت فی زمانناناپیدا از قدیم سخن سرایانِ سورت
است از وست

وہ رشکِ ماہِ تاباں ہے بیحجاب مجھ سے — تو آج میرے گھر میں اے آفتاب مت آ

فضل تخلص شیخ فضل نام از اولادِ میاں مخدوم کہیں برادرِ غلام شاہ جولاں
از شعرائے تازہ مشق احمد آباد طبعِ تیز بیدار د در فارسی نوعے کامیاب اصلاحِ سخن از میر باقر علی باقر
است از وست

سوئے ہم ابرو مژگاں کے تصور میں کبھی — خواب بھی آیا تو ہر دم تیر اور تلوار کا

چین کا نقاش بھی چیں مان جاوے ویں فضل — کھینچے گر نقشہ ستمگر کی جبیں کی چین کا

فقیہ تخلص باپو نام از اہلِ بمبئی واز مشاہیر شعرائے آنجاست چند سال است کہ رحلت
نمودہ۔ از وست

ہم نے افلاک کو سو رنگ بدلتے دیکھا — لیک قسمت کے نوشتے کو نہ ٹلتے دیکھا،
میں ہی ان زہرہ جبینوں کا ہوا کیا مقتول — یہاں فرشتے کا بھی بس پاؤں پھسلتے دیکھا،

فراقِ یار میں رونے سے بینائی ہوئی زائل — بلا سے یہ بھی بہتر ہے کہ صبح و شام سے گذرے

فہیم تخلص ملک سردار جوانیست از تازہ مشقانِ سورت زکاوت در طبعش
معلوم میشود و چند اشعارِ خود را بنظرِ فیض منظر میاں سمجو گذرانیدہ ازاں اشعار پسندیدہ شد

وہوا ہذا۔

یہ اُسی کی شمیمِ کاکل ہے — اے صبا کیوں ہمیں اُڑاتی ہے
وہ تو پر ہم نہیں ہے ہم پہ یہ زلف — کس لیے پیچ و تاب کھاتی ہے

حرف القاف

قطب تخلص ملا قطب الدین از متمولان و معززانِ سورت بودہ بزرگانش از پیشگاہِ خلافت مخاطب بملک التجار بودند۔ در سلیقہ و صحبت از ہمعصران فائق صورت با سیرت مطابق داشت حیف کہ گلچینِ اجل در ریعانِ جوانی گلِ وجودش را برچید و نخل بندِ قضا قامت موزونش را کہ سروے خرامان بود بگلشنِ جنت رسانید دیوانے دارد قلیل الحجم چند روز برائے اصلاح بمیاں سجّو دادہ بود از اتفاقات شاید از سہو وقت طا ءِ مہملہ لفظ قطب را کہ تخلص خودش بود در یک شعر متحرک بوزن آوردہ محمد اسحٰق متخلص باسحٰق دریں خصوص معارض گردید و ایں مضمون را بنظم کشید فرمود

بجائے جزم لفظِ قطب بر ضم بسکہ بھاری ہے — یہ اس کے چرخ کے محور میں کس نے میخ ماری ہے

اگرچہ از رشکِ نوگریز خامہ ام گرہ در دلِ نافۂ آہوئے چینی گرہ بستہ اما معاذ اللہ گاہے غبارِ نکتہ چینی بدامانِ خاطر نہ نشستہ چشم دارم کہ اگر بپائے چشم دریں باغِ سراپا بہارم بشتابی خارِ غیبت و معائب کسے را نیابی مگر چوں ایں بیت خالی از لطف نبودہ بتحریک و تکلفِ بعضے دوستانِ ظرافت پسند مرقوم شدہ خلاصہ فکر اوست

کب ہمارے یار کے کوچے سے جاتی ہے بہار — جھوٹ ہے کہتے ہیں سب گلشن میں آتی ہے بہار

قطبی تخلص قطبِ دائرۂ شریعت شمس المنازلِ طریقت مصباحِ انوارِ معرفت کاشفِ اسرارِ حقیقت مقرر القوانین با ضاف البیان و مبین الفوائد بالدلائل والبرہان بحر العلوم الاعظم جامعِ فنون الحکم برہان المجتہدین فخرِ المحدثین مخدومِ دوراں مولانا جمال الدین حسن خاں

خلفِ نواب نورالدین خاں اگرچہ کلکِ مقطوع اللسان و خامۂ ژولیدہ بیان بتحریرِ فضل و کمالاتِ صوری و معنوی و اوصاف و اخلاقِ ظاہری و باطنی مہرِ سکوت میدارد اما چوں تقربِ حصولِ سعادتِ ابدی و دولتِ سرمدی بدستِ ناطقہ آمدہ یک بار ازیں معنی باز ماندن از بیخردی انگاشت ناچار باظہارِ مجملہ از احوالِ قدسی مآل صفحۂ اوراق را زیب و زینت داد کہ مولینا از اجلِ دودمانِ سیادت است فضائلِ ظاہر و باطن اظہرمن الشمس بر ساحتِ روزگار روشن است خمخانۂ خیالِ فکرش بر ذوقِ نشاء معارف و حقائق و ساغرِ تصورِ اتش لبریز بادۂ لطائف و دقائق ضمیرِ مہرِ تنویرش مشرقِ انوارِ الٰہی و سینۂ منیض گنجینۂ اش مخزنِ اسرارِ نامتناہی بالجملہ مولانا را چوں علومِ دیگر در فنِ نظم قدرتِ تمام است ابیاتش چوں منزل گزینانِ راہِ مولیٰ از تکلفات مبرا نظمش ہمچو اسرارِ سالکانِ توحید ہوش ربا چوں بسیاری وقت فارسی زباناں از حلاوتِ مضامینِ ایشاں کہ احلےٰ من العسل درحقِ او تواں گفت شیریں کلام مقاصد خود میشوند اما خوشہ چینانِ خرمنِ ہندی تمتع از مطالبِ دلپسند خود نیافتہ بودند بدیں تقریب بعضے وقت لآلیِ شاہوارِ ہندی را بسانِ عقدِ ثریا بسلکِ نظم میکشند و منت بر جان سخنورانِ ایں زباں می نہند کلکِ سلامت سلک راچہ یارا کہ از در ثنا خوانیش درآید بمقتضائے ایں فرمود شعر:-

زباں درکش کہ جائے دم زدن نیست سخن کوتہ کہ میدانِ سخن نیست

بتحریرِ کلامِ اعجاز نظامش سامعانِ حقیقت بیں را سعادت اندوز می سازد

وصل فرہاد کو شیریں کا میسر نہ ہوا فائدہ کچھ نہیں گر زور ہوا زر نہ ہوا

کیونکہ بوسے ہاتھ آویں ویسے یہ مذہب کے دو جو نہ مانے ایک بھی گر واسطے سو رب کے دو

منحصر کچھ منہ کے بوسے پر نہیں اپنا سوال پاؤں کے دو ہات کے دو بازو کے غبغب کے دو

بوسہ وہ پہلے دیا کرتے تھے ہم کو بے حساب خوبیِ قسمت سے اب ٹھہرے ہیں بدلے سب کے دو

ایک بوسہ اس کفِ پا کا غنیمت ہے ہمیں یہ کہاں اپنا دہن کہتے جو دو وہ تم لب کے دو

التماس ہو سے ہیں کیا فائدہ طولِ کلام　　ہے کفایت بس یہی قطعی سخن مطلب کے دو

اگرچہ مشہور ہے حسنِ گل اندام سو سو کوس　　ہمارے عشق کا بھی ہو رہا ہے نام سو سو کوس

حرف الکاف

کاظم تخلص محمد کاظم نام نشو نما در بندر کھنبایت یافتہ مسموع شدہ کہ جوانیست بتہذیب اخلاق و مروت آراستہ و بحلیۂ ذکاوت ذہن پیراستہ حال از چندے بخدمتِ تحصیل تمام پرگنات کھنبایت از سرکار نواب حسین یاور خاں بہادر سرفراز است از وست

نہ وہ آیا نہ مجھکو بلوایا　　نہ تو خط کا مرے جواب آیا
اسی عالم یہ خواب میں دیکھا　　اضطرابی سے پھر نہ خواب آیا

کامل تخلص اسمش سید منصور از سادات بڑودہ از کلام اوست

غلط ہے حشر ہو خورشید کے نزدیک ہونے سے　　ہمیں اس رشکِ خور کا دور رہنا ہی قیامت ہے

کامل تخلص کاملِ نصابِ سیادت و اکمل النصیبِ ایتِ دوحۂ اضاف سعادت ازلی و شجرۂ انواعِ دانشِ لم یزلی شمعِ شبستانِ خاندانِ مصطفوی گوہرِ شب چراغِ دودمانِ مرتضوی میر کمال الدین حسین رضوی خلف جناب سیادت مآب سید باقر صاحب سلسلۂ نسب بواسطۂ حضرت سید احمد جعفر شیرازی قدس سرہٗ بامامِ عالی مقام امام محمد نقی کہ امام دہم انداز ائمہ اثنا عشر سلام اللہ تعالیٰ علیہ و علی جدہٖ شفیع یوم المحشر منتہی می شود عالی نژادِ دودمانِ فخیم و خاندانِ عظیم است منصبِ قضارت در ہنگامِ قیامِ عدالت بقلعہ کھیرہ بوالدِ بزرگوارش مفوض بودہ تولدش در سورت رو دادہ پس رشد دریں بلدۂ عشرت موج رسیدہ ایدون اقامت پذیرِ احمد آباد است تحصیلِ فن در خدمتِ فیضدرجتِ حضرتِ والد ماجد داعی کہ این العم حضرت می شوند نمودہ و نیز استفادۂ علوم از استادنا مولوی نور محمد صاحب کردہ

حدّتِ ذہن بمرتبہ ایست کہ تیز زبانان بحضورش بے زبان و حاضر جوابی اش بمنزلے
است کہ حاضر جوابان پیش وے مُہر بر دہان سلیقۂ نوشتنِ نثر بسیار رنگین و نظم ہمچو لب
دلبران رنگین و شیرین انچہ از دودۂ قلمش برآید حلوائے بے دود است بلکہ انچہ نوشتم
بران نیز باید افزود بہ سراپا کمال بودنش تخلصش دلیلے است روشن و ہویدا کہ کامل در
کلام ہمچو ماہِ تمام ہویدا معہذا بہ علومِ متداولہ کمالیتِ بلیغ میدارند اما فکرِ سخن و دریافتِ مضامین
روشن کہ از نیکوئے مزاج و ظرافتِ طبع است بے تدریق رتبہ شعر را بعلو مرتبہ رسانیدہ خیالش
شاہدیست زیبا لم یطمثہن قبلہم انس ولا جان نظمش لعلے است بہ ہمزنِ ہنگامۂ یاقوتِ بدخشاں
ہموارہ فکرِ صحیح و کلامِ فصیح سر میزند انحصار۔ کمالاتش نامحصور است پس از ایرادِ ابیاتِ چند
ایشان بکامل شایقانِ این فن بنوید تسنوید عشرتِ جاوید میکند

اس نے دی غیر کو انگشتری فیروزے کی — رنگ بدلا ہے بس اس وقت یہ کیا کیا اپنا
یار کے وصفِ سراپا میں کمر کی جا پر — ہم نے اس شعر میں باندھا ہے سراپا اپنا
بوسۂ پائے صنم وصل میں کافی ہے کہ سر — اُٹھنے دیتا ہی نہیں شکر کا سجدہ اپنا

ہوس دل کو مل گئے بوسے — لبِ معشوق کس کا تیر ہوا

خاک اس صفائی پر کہ شبستانِ تار میں — لوگوں پہ کھل گیا مرے دل کا معاملا

گرمیِ ہجراں نے دی اشکوں میں تاثیرِ شرر — آنسوؤں کے پونچھتے ہی میرا دامن جل گیا

تیرے پانی کے چولنے پہ بھی مرتے ہیں عدو — بس دمِ تیغ ہے ان کو دمِ آخر میرا

رات دن رہتے ہیں کوچہ میں پری زادوں کے   کاش ہو جائے کوئی ان میں مسخر اپنا

ہم خوش تھے اعتمادِ وفا وہ بھی جانتے   غیروں کا اپنے ساتھ نہیں امتحاں ہوا

وصل میں رہ گئی سب حسرتِ دل   تابِ رخ نے ترے بیہوش کیا

غبارِ رشکِ عدو آئینہ نے صاف کیا   وگرنہ یوں بھی تو کب مجھ سے یار ملتا تھا

بندھا نہیں کمرِ یار پر دوپٹا سرخ   ہوا ہے موئے کمر کو خضاب مہندی کا

خیالِ دیدۂ مے گوں میں شعر پڑھتے ہیں   یہ کیفیوں میں عجب منہ کھلا ہے قلقل کا

کم نظر آتا ہے ظالم سے عدو کا التفات   یاد آیا ہو نہ اس کو جو ستم ہم پر ہوا

بیتابی سے یادِ رخ میں پاتا ہوں قرار   سیماب بھی ہوں تو پشتِ آئینہ کا

اس کو تحریرِ شکایت بھی ہوا ہم پہ عذاب   اک بلائے جاں تھا لکھنا نام بھی اغیار کا

کیوں کیجئے نہ دیدۂ نصفت سے اس پہ صاد   اک فردِ انتخاب ہے مضمون خال کا

اس چشمِ مست کا دمِ مرگ آ گیا خیال   تلخیٔ نزع میں بھی مزا تھا شراب کا

یارسے کب تک غبارِ مے کشی ہائے عدو
بھرتے بھرتے اب تو دل بھی شیشۂ ساعت بنا

ہم سے تو حالِ عیشِ وصل نہ پوچھ
اپنا ہاتھ اور اس کا داماں تھا

بن تیرے لب پہ آئے ہمارے یہ آہ سرد
ساغر کے پیتے پیتے ہیں لب جم گئی شراب

آئینہ کیا دکھائے مشاطہ
آپ حیران اس کی صورت پر

میں تو میں واں ورکبھی تو کوئی جاسکتا نہیں
آسماں سے کم نہیں ہے کچھ زمینِ کوئے یار

روزِ محشر الٰہی ہو کوتاہ
کہیں کھل جائے اسکی زلفِ دراز

آہ کو نزع میں بھی اتنا اثر باقی تھا
کہ لگا دی ملک الموت کے پر کو آتش

منہ مت بگاڑ تلخ کلامی سے اپنا تو
زاہد کبھی نہ ہو ویگی ہم سے شراب ترک

ہے عکسِ روئے دلبر جلوہ افزائے نظر ہر سو
جہاں اک آئینہ خانہ ہے اپنی چشمِ حیراں میں

کھٹک رہا ہوں رقیبوں کو گو کہ زار ہوں میں
تمھارے کوچے میں گویا عدو کو خار ہوں میں
صفا پسند یہاں تک ہے مشتِ خاک اپنی
ہوئے پہ بھی کسی آئینہ کا غبار ہوں میں
بسانِ کاغذِ مسطر کھنچیں رگیں تن کی
یہ کھینچتا ترے نامہ کا انتظار ہوں میں

وہ جفا جو نہ کیوں ہو مجھ سے خوش   آپ میں اپنا دشمنِ جاں ہوں

اڑتی پھرتی ہے مشتِ خاک اپنی   ہم سلیمان اپنے وقت کے ہیں

جرمِ افشائے راز پر ہے یہ غضب   چشمِ تر نے کیا ہے تر دامن

رکھا کم ظرفی دل نے ہمیں محروم ساغر سے   ہوئے بیہوش شیشہ دیکھتے ہی اسکی محفل میں

دل اس نے لیا جو تھا کمیں میں   خم آ گیا زلفِ نازنیں میں

وہ حسن پہ مغرور جو رہتا ہے تو ہم بھی   جی میں ہے کہ آئینہ کی دوکان نکالیں

یہاں شکستِ رنگ ہے اور حسنِ روز افزوں وہاں   رنگ کھلتا ہے وہاں جتنا سو اُڑتا ہے یہاں

ہے اگر ان کو نازکی پر ناز   ہم بھی یہاں ناتوان رہتے ہیں

ہم سے کہے ہے قلقلِ مینا شب وصال   کیوں آج بند مرغِ سحر کا گلو نہیں

کل وہاں کم سخنی آپکی ہو گی معلوم   گر مرا نامۂ اعمال کھلا محشر میں

اس کے کوچہ میں ہیں جو خاک نشیں   آسماں پر دماغ رکھتے ہیں

جی شبِ وصل ہی کے ساتھ گیا — صبح کیا آئی موت آئی ہمیں

گو مستعد ہے نیمچۂ خوں فشانِ یار — پر کیا کریں گے اپنے بدن میں لہو نہیں

خور ہے یہ وہم رُخِ تاباں نہیں — روزِ محشر ہے شبِ ہجراں نہیں

اپنی خاکِ ناتواں بھی زور رکھتی ہے اثر — آنکھ میں گرتی ہے جس کے وہ نظر آتا نہیں

تنگ تر ضعفِ جنوں میں ہے یہ اپنا احوال — سینۂ مور بھی مل جائے تو صحرا ہے ہمیں

روئیگا ایک جہان اے پیارے — میرے رونے کو مت ہنسی سمجھو

آنے پاوے ہے کہاں خفگیٔ درباں ہم تک — سنگِ دہلیز ہے دیوارِ سکندر ہم کو

گر اوجِ فلک کو غیر پہنچا تو کیا — ہم زیرِ زمین آسمان رکھتے ہیں

ہیں مسخر اس کے کیسے کیسے خود بیں خوبرو — کم نہیں رتبے سے اسکندر کے جاہِ آئینہ

ملے ہے اس سے دادِ تشنہ کامی ہم کو مرتے دم — دہانِ زخمِ دل لب تر زباں ہے آبِ پیکاں سے

ہات لذت میں خراشِ دل کا کیا ہوئے جدا — خار ہیں ناخن ہمارے زخمِ دامن دار کو

بے تکلف جو پڑے لوٹتے ہیں عاشقِ زار — کیا ترے سایۂ دیوار کو بستر سمجھے

توبہ سے ساتھ شیشے ہی کے یکجا ٹوٹ جائے — خاطرِ ساقی نہ ٹوٹے میری توبہ ٹوٹ جائے

رات لذت ہیں خراشِ دل کا کیا ہووے جدا — خار ہیں ناخن ہمارے زخمِ دامن دار کو

ہے مشغلہ اختر شمری شبِ ہجراں — سیارہ شناسوں میں گنے جاتے ہیں ہم بھی

جب کیا نالہ یاد آیا صور — خوفِ محشر ہے شکرِ یزداں ہے

خیال اس لبِ خندان کا ہے ہمیں — ہنسی ہنسی میں گذرتی ہے رات بس اپنی

لوگ ہنستے ہیں میرے رونے پر — طفل اشکوں کو اک تماشا ہے

تابِ نظارہ کسے ہے کہ تری محفل میں — بے حجابانہ کوئی آکے مقابل بیٹھے

کشتۂ عشق کیا جلایا ہے — تم نے عیسیٰ کو مار ڈالا ہے

کیوں ہوتے ہیں غیر دیکھکر خوش — رویا ہے جو یار پر ہنسا ہے

تنِ لاغر ہے ایک تنکا سا — اس کے چلمن میں باندھ دے کوئی

کیوں نہ وہ مست مجھ سے لے بوسے — دل بھی شیشے کی ایک صورت ہے

گرمجوشی ہوئے غیروں سے جلیں رشک سے ہم — کیوں تری گرمیٔ صحبت سے نہ جی بجھ جائے

توڑیں گے خوشی سے اسکو زاہد — شیشہ ہے کسی کا دل نہیں ہے

رفعتِ کوئے یار بھی کیا ہے — آگیا آسماں زمیں کے تلے

جذبۂ جوشِ جنوں میں نہ تھا نا سرِ عرش — آسماں گو کہ بنے طوق مری گردن کا

نہ کیوں خاک اُڑائیں تنکے صحرا سے وحشت میں؟ — کہ ہم کو آسماں کی اک زمینِ نو بنانا ہے

کچھ تو ہے رنج میرے مرنے کا — قتل میں اس کو جو تامل ہے

آب بستہ ہے اپنی چشمِ رواں — اشکِ تر جو ہے آتشِ تر ہے

میں ہی حیران دیکھ وہ خطِ تراشیدہ نہیں — آئینے کے ہات سے گویا کہ طوطے اُڑ گئے

کب سخن کا اپنے ہے آشفتہ طبعوں کو مذاق — میرے مضموں کے سمجھنے کو بھی سمجھ چاہیے

کریمؔ تخلصِ نواب عبدالکریم والی سچین جد سید و میاں خلاص از ایشانست

یار دیکھو مرا شرابی ہے — آنکھ اس کی عجب گلابی ہے

چشم مست اسکی دیکھکر عاشق ۔ کہتے ہیں آج پھر خرابی ہے

کمتر تخلص منشی عبدالحکیم داماد شیخ غلام علی قاضی سورت محسوب لبفضلائے سورت می شود در فنونِ علم ذوفنون بسیار معقول دستگاہ دارد و چون در معقول دستگاہ می داشت تمنا میکرد کہ مردمان اورا مولوی می خوانند اما مردم علی الرغم اومنشی گفتند یے داغ این معنی در گور با خود برد و اقسامِ خیالات دال بر فکر رسا و طبع نو کا آئے ایشان میکند و کتابے در احوال اولیائے دین تالیف ساختہ من افکارہ

فلک پہ کیسی گذرتی مسیح کی ہو گی ۔ کہ غیر جنس ہیں یارب کوئی غریب نہ ہو
یہ طفلِ اشک بہک جاکے رازِ دل کہدیں ۔ گر اُن کے سر پہ مری آہ کا ادیب نہ ہو

حرف الام

لطف تخلص منشی لطف اللہ نام اصلش از ہند است سالہاست کہ بسورت اقامت ورزیدہ بکار رسئی سرداران دولتِ انگلشیہ عز و وقارا فزودہ جوانیست ظریف و عاقل و در فنِ منشی گری کامل سیما در علمِ انگریزی دستگاہِ بلند دارد واز معززملازمانِ نواب میر جعفر علی خاں بہادر است کلامش خالی از لطف نیست او راست

خانہ میں عصافیر کے سیمرغ چھپے ہے ۔ جب کھینچے ہیں ہم تیر کو آہِ سحری کے
سرسبز بیاباں ہے ترے دیدۂ تر سے ۔ یہ لطف تصدق ہیں تری چشم تری کے

لطیف تخلص میر شمس الدین نام از ساداتِ عالی نہادِ سورت است نواب مصطفی خاں شیفتہ در تذکرۂ خود نوشتہ کہ سیدِ مزبور اقامت در لکھنؤ ورزیدہ وایں بیت بنامش ثبت کردہ تقلیداً از تذکرۂ نواب موصوف نوشتہ شد

گھر میں جا بیٹھ رہا اس سے خفا ہو تو لطیف ۔ کیا ہی غصہ تری اس بات پہ آتا ہے مجھے

حرف المیم

مائل[۱] تخلص نقاوۂ خاندانِ رفعت و اعتلا زبدۂ دودمانِ عزت و علا جامعِ
خصائلِ رفیعہ مستجمعِ اخلاقِ حمیدہ ذوالنسب الرفیع والحسب البدیع الموافق بتوفیقات
ملک الاحد المؤید بتائیداتِ ملک الصمد صاحب المفاخر والمناقب سید حیدر صاحب
کہینِ برادر سید چھوٹے صاحب المتخلص با حمد اگرچہ طوطئ خامہ در داستان سرائی اوصاف
حمیدہ و اخلاقِ پسندیدہ بے صدا ست و کلکِ رنگیں سلک در توصیفِ خوبی ہائے
ذاتی و صفاتی بجمرۂ خجالت عاجزی پا در حنا بدیہتہ قلم را بدیں تقریب باز داشتن و صفحہ
اوراق را ازیں نگارش سادہ گزاشتن سادہ لوحی دانست نظر براں باظہارِ مجملے از
احوالِ خجستہ مآل منت بر دیدہ و گوشِ سامعانِ حق نیوش می نہد صاحب موصوف از
سادات عالی درجات است خاندانِ عالی شانِ ایشاں نہ بحدے مشتہر است کہ داعی
بتحریرش پردازد تولد و نشو نما دریں خجستہ بلدہ بظہور رسیدہ است ذاتش سرمایہ متاع آفرینش
دلش مخزنِ گنجینہ دانش بذل و سخائے او غلغلہ در گورِ حاتم انداختہ و علو ہمتش نامِ عالی ہمتاں را پست
ساختہ سینۂ بے کینہ بصفوفِ سعادت پرنور پیراستہ و بتوفیقاتِ ہدایت آراستہ صانعانِ قضا
قدرِ حسنِ ملیح را بایں خوبی پیرایہ جسم ساختہ کہ مانی اندیشہ را بہتر ازیں نقشے بر صفحہ روزگار
نبستہ حاوی آدابِ عمیم و جامعِ اخلاقِ فخیم با راقم اتحادِ دلی و تودد قلبی مسلوک در فارسی
کامیاب پایۂ بلند و بگجراتی صاحبِ دستگاہِ ارجمند چوں مزاج شریفش مائلِ اشعار و راغبِ
مذاقِ ایں فن است گاہے لبِ ملیح بیاں را بشغلِ مضامینِ شیریں حلاوت آگیں می فرماید

---

[۱] میر مائل بعد اختتام ایں کتاب روز دوشنبہ بست و ہشت شوال ۱۲۷۶ھ از عارضہ بہشت نصیب شدہ داغ بر جبیں مردم ہدیں بلدہ
رسید گویا قیامت تازہ برپا شد و در خانہ ــــ بیماری در یک روز قریب دہ مردم مع اہلیہ میر جاں بحق شدند

دہانِ زخمِ دل کس کس مزہ سے تیر چوسے ہے　　نمک میں کب مزہ ملتا ہے قاتل تیرے پیکاں کا

نہ دیا اُس نے ایک ساغر بھی　　دل مرا جل کے بس کباب ہوا

پڑھوایا ہم سے نامۂ اعمال حشر میں　　افسانہ اپنے عشق کا واں بھی بیاں ہوا

بہکا دیا تھا ہم سے سکندر نے اسکو خوب　　پر عکسِ رُخ پہ اس کے ٹھہرتی نظر نہیں

تو جو جانے نہیں دیتا ہے ہمیں اے درباں　　تجھ سے شکنندۂ دروازۂ خیبر سمجھے

مجروح تخلص میر فیاض الدین عرف بڑا صاحب ہمین پسر میر غیاث الدین شایق
ہنگامِ اقامتِ سورت اصلاح از والدِ ماجدِ خود و در صورتِ بود و باشِ بردَوده از سید
میر علی امیر اصلاح میکرد تیغ سخناں را آب میدہد گو یا دریں فن ابن شایق ابن شایق۔

دل پہ مجروح اس کے ابرو سے　　زخم پر زخم اور کھائیں گے ہم

مثلِ گل دائم جو رکھتا چاک ہے دستِ جنوں　　کس لئے پھر اس گریباں کو سلانا چاہیئے
ہر سحر بستر سے اُٹھ مثلِ نسیمِ صبحدم　　بوستانِ کوچۂ جاناں میں جانا چاہیئے

مخلص تخلص سید غلام محی الدین ابن میر فقیر اللہ قادری ولدش از ثقات و
معززاہل سورت است از تازہ خیالانِ آں بلدہ است و با سید و میاں خلاص مشورۂ
سخن می کند ا و راست

زردی رنگ نے سنگِ سحر کو طلا کیا　　اکسیر کا ہے خاصہ اپنے غبار کا

رویا جو خیالِ لب و دنداں ہیں تمھارے　　سوختتِ جگر اشکوں کے شامل نظر آیا

نمایاں آستیں سے ساقِ سیمیں اُس پری کی ہے　　گماں ایک خلق کو فانوس میں ہے شمعِ روشن کا

محب تخلصِ نواب محمد ابراہیم خاں مبارز الدولہ نصرت جنگ خلف نواب عبدالکریم یاقوت خاں والی بچین من مضافاتِ سورت از امرائے نامی ایں نواح است باہلِ سخن محب صمیم و کریم ابن کریم ہنگامِ اقامتِ سورت ہموارہ رنگِ مشاعرہ بمکانِ فیض بنیانِ خود می ریخت و مشاہیرِ شعرائے سورت را تکلیفِ طرحِ غزل می نمودند صادرین و اردین را بحسنِ خدمت و اخلاق بہ صلہ و جائزۂ شائستہ پیش میاید صاحب دیوان فارسی و اردو مثنویات اند ہذا من کلامہ

یار باسلسلۂ زلفِ دراز آتا ہے　　مژدہ اے دل کہ وہ دیوانہ نواز آتا ہے

مسیح تخلص میر ذوالفقار نام از ساداتِ بخاری ساکنِ بریلی مزاجِ سلیم و طبعِ حلیم دارد اکثر در سیاحت و سیاحت حظِ زندگی دریافتہ بسیارِ اماکن و بلاد بسر بردگی عمر بسر سکینہ انقضائے چند سال است کہ در احمد آباد بانعقادِ مواخاتِ چند صاحبان مسکن و مقرِ خود ساختہ اشعارش قلم خوردۂ میر کمال الدین حسین خاں کامل است من افکارہ

کیجئے سیر چرخ چارم کی　　ہے یہاں تک مسیح دم اپنا

در پردہ بھایا یہ نہ نظر اس کو ورنہ جب　　معشوق بس میں ہو تو رقیبوں کا کیا چلے

مرہون تخلص مرزا عبداللہ نام دہلوی اصل ملازمِ راجہ بروّدہ پنجاہ سال است کہ انتقال از دارِ دنیا کردہ از ابیاتش بنظر میاید کہ سر رشتۂ درست دریں فن داشتہ باشد دیگر حالش بسماعت نرسیدہ الحاصل از ارقامِ شعرِ مرہون ساکین رام مرہونِ منت کردہ می شود

برہنہ پا جنوں سے چل وہاں دشتِ مغیلاں میں　　جہاں ہر خار کو دعویٰ ہو نشتر کی نیابت کا

علاجِ دل کو آئے تھے مسیحا سخت جو سے — یہاں کیا ہو گیا وہ معجزہ حضرت سلامت کا

مشتاق تخلص نامش محمد حسین پسرِ شیخ داؤد واکثر مضامینش بشوخی شامل طبعش بہزل و ہجو گوئی مائل ازوست

نامہ اس غیرتِ بلقیس کا آیا ہم کو — اس پر پرونے سلیمان بنایا ہم کو

مشتاق تخلص ہمراے قلمرِ سخنوری و شعشعۂ نجم ہنر پروری سر آمدِ دقیقہ کیشانِ باریک بین شیخ نجم الدین عرف میاں بابا از مشاہیرِ مشائخ زادگانِ این بقعۂ متبرکہ واز اولادِ امام العادلین عمر ابن الخطاب رضؓ بوالدِ معزز الیہ در وقتِ قیامِ عدالت بقلعہ کھیرہ خدمتِ مولوی گری تفویض بود بہ غرض کہ عالی نژاد انجم تولدش از شرفِ عدم بکشورِ وجود دریں بلدہ طلوع یافتہ تحصیلِ کتب در سورت کردہ و بجود حدیث بخدمت حضرت والدِ ماجدِ داعی اخذ نمودہ چون کاتبانِ ازل ذکاوت ذہن را بنامش نگاشتہ در ہر فنون دستگاہِ شایستہ و مہارتِ پسندیدہ سیدا رد و قوتِ حل نظمیہ بسیار و در نثر نویسی بارو زہرہ سرو کار تا آنکہ بدوسن طبعش از دیگر فنون زیادہ تر بالوفِ سخن بود در ہر روزِ آدینہ بمکانِ خود محفلِ مشاعرہ آراستے و مصروف بدین شغل شدے ہر مصرعش از نیشکر شیریں تر و نے بل غیرت افزائے قندِ مکرر خیالش شاہد یست از نظرِ غیر محرم زیر نقاب و افکارِ روشنِ بیانش روشن تر از آفتاب ذاتش در فضل و کمال یکتاست تعداد فضیلتش تا مہ معدود نا گزیر مشتاقانِ سخن را بہ بشنودِ مضامینش مسرور میسازد

دیکھکر چیں بر جبیں اس شوخِ غصہ ناک کو — کھل گیا جو کچھ نوشتہ تھا مری تقدیر کا

حسرتِ دل نکل گئی دمِ قتل — اپنا سر اُس کے پاؤں پر دیکھا

نازو انداز کا غلام ہوں میں — ایک بندہ ہے اور دو صاحب

روئے اتنا فراق میں تیرے — بیٹھے آنکھوں کو اپنی کھو صاحب
جائیگی کھل حقیقتِ غنچہ — تم ذرا باغ میں ہنسو صاحب

نیرنگیوں سے تیری یہ رویا کہ اب نظر — آتا نہیں ہے یار سفید و سیاہ و سرخ

بات کرتا نہیں مجھ سے کوئی ہرگز ایسا — اس نے باندھا ہے غرض مجلسِ احباب میں بند

کب وہ خاطر میں ہیں لائے بھلا آٹھ پہر — آئینہ رہتا ہو جس آئینہ رخسار کے پاس

رازِ دل میرا یہ اظہار کرے ہے ہر بار — یا الٰہی لگے اس دیدۂ تر کو آتش

ہونے نہ دے ہے وصل جو اس گلعذار سے — ہے جی میں پیدا کیجئے چرخِ کہن سے ربط
گل کھائے جو بدن پہ ہوں منظور آپ کو — مشتاق تو تو کیجئے اس گلبدن سے ربط

شکر کرنے لگے ہزاروں مرے — حال سے ہو کے سب غمیں واقف

اس کے مژگاں کے تصور میں کہوں کیا مشتاق — دل میں کھٹکے ہے مرے خار سا ایک ایک

عشق میں اس کے پھنسے ہیں اس طرح مشتاق ہم — جوں پھنسا ہو صید کوئی چنگلِ شہباز میں

لاش پر آکے وہ میری اس طرح کہنے لگا — کیا ہوا مشتاق کو جو ہوش میں آتا نہیں

تجکو نہیں صنم جو مری چاہ ان دنوں
پروا نہیں مجھے تری واللہ ان دنوں
اس تند خو کی یاد میں مشتاق کیا کہوں
آندھی سے کم نہیں ہے مری آہ ان دنوں

آپ میں ایک دم نہیں رہتا
آپ جب مجکو یاد آتے ہیں
مرغِ دل اُن کے کیوں نہ دام میں آئے
اُڑتی چڑیا کو یہ پھنساتے ہیں

فراقِ یار میں مشتاق اشارات میں رویا
سحر روتے تھے ہمسایہ سب اپنے بام اور در کو

پھول دریا میں دیکھتا ہے کیا
لختِ دل اور یہ چشمِ تر کو دیکھ
خون روتا ہوں اور خبر ہی نہیں
اے میاں ایسے باخبر کو دیکھ
جلوۂ یار ہر طرف کو ہے
بے خبر چاہیئے جدھر کو دیکھ

اس چہرے پہ ہے زلفِ رسا اور طرح کی
باغ اور طرح کا ہے گھٹا اور طرح کی
یادِ غمِ ہجراں سے یہ دل کیونکہ نہ مرجائے
گل اور طرح کا ہے ہوا اور طرح کی

حضرتِ عشق نے کیا کہیے ہزاروں بندے
قیس و فرہاد سے کر ڈالے ہیں آزاد کئی
گلرخوں سے کہو کس طرح بچے جاں اپنی
ایک بلبل کے جو پیچھے پڑیں صیاد کئی
کب فریبوں میں ترے آئیگا وہ اے مشتاق
کہ فریب اس بتِ عیار کو ہیں یاد کئی

دب کے مرجاؤں میں اب ہے یہ تنِ زار کا حال
گرد مشتاق اُڑے پاؤں سے گر اس بت کے

کرڈالے ولیکن نہ جواب آیا محبت تو — دروازۂ دلدار کی زنجیر کے ٹکڑے
جوں شیشہ گرے ہاتھ سے یوں اس نے کیے ہیں — نظروں سے گرا کر دلِ دلگیر کے ٹکڑے

ہے بہت مرگ و زیست میں جھگڑا — آپ آ کے اسے مٹا دیجے

محفل میں ہمیں آپ خجل کرتے ہو ہر بار — کیا کیجے فلک دور ہے اور سخت زمیں ہے
ہے بسترِ گل خار سے بدتر ہمیں مشتاق — جس روز سے وہ غیرتِ گل پاس نہیں ہے

چاہیے مت ہم سے رکھو ربط لیکن اے پری — غیر سے ہو رابطہ یہ اپنے دل پر شاق ہے
مثلِ عنقا ہم نشینو اس پری رو کی کمر — گرچہ ہے معدوم لیکن شہرۂ آفاق ہے

ملا فخر الدین مخاطب بعمدۃ التجار از اہلِ ثروت و نام آورانِ سورت بودہ معلوم نشد کہ چہ تخلص میکرد نظام الملک بنظرِ شفقت او را می دید چوں بغرور و جاہ و دولتے کہ داشت فریفتہ شدہ با متصدی صورتِ مخالفت ورزید بناءً علی ہذا ملائے موصوف اساس بنائے عمارتِ عالی نہاد نظام الملک از راہِ قہر و عتاب کنایتاً بمعزالیہ ایں فرد نوشت شعر۔

نہ تو نے گل کیا بلبل نہ تو نے باغباں اپنا — چمن میں کس بھروسے باندھتی ہے آشیاں اپنا

ملا بمعذرت و عذر خواہی آمدہ در جواب نوشت شعر۔

بلبلِ بے کس کی گنجائش چمن میں کیونکہ ہو — ایک تو صیاد تھا اور باغباں دشمن ہوا

ایں شعر بنامش مشہور است نوشتہ شد۔

صنم اب باغ میں ٹک لب تو کھولو — اگر ہم سے نہیں پھولوں سے بولو

مفتوں تخلص امیر صاحب نام پسر محمد صاحب سیدِ صحیح النسب از خاندانِ عالی نہادِ ایں بلدۂ شریفہ تولد و نشو و نما از ہمیں شہر است۔ در نوشت و خواندِ فارسی کامروا ست

صاحبِ طبعِ ذکا و فہمِ رسا است ذہنِ پاکیزہ و فکرِ شستہ می دارد چوں مزاجش رغبت بہ
شعر گوئی بیش از بیش است بارے مشتغلِ سخن خود را می کند و اکثر باشتغالِ سخن
می پردازد و از جودتِ طبع در اکثر اوصافِ سخن فکرِ شائستہ می نماید غرض کہ کلامش
خالی از لطافت نیست و قابلِ توصیف و ذہنش باینقدر ذکا و طبعش بایں مرتبہ رسا
کہ خیالاتِ رنگیں از قلمِ شگفتش بے دریغانہ تراوش میکند فہم ایں معنی پیشِ نظارگیاں
در سیاقِ کلام لاجرم مضامینِ دلکشِ او را بتسوید آوردہ می شود

اگر ہم سجدہ گہ اپنی کریں محرابِ مسجد کو   تو پھر ہے یار کے وہ ابروے خمدار کس باعث

ہیں جاں بلب ہوں ہجر میں اور تو کدھر ہے آج   اے مرگ میرے حال سے کیوں بیخبر ہے آج

جو قبر میں مری منکر نکیر آئے تو میں   یہ پوچھتا ہوں کہ لائے ہو یار کا کاغذ

بعد مردن کے صبا اب بھی تو لینے دے چین   اس کے کوچے سے مری خاک کو برباد نہ کر
ظلم یہ دیکھیے رات ہچکیاں آئیں اُس کو   تو خفا ہو کے وہ کہتا ہے مجھے یاد نہ کر

مستحیل آب یہاں آگ سے ہوتے دیکھا   آ سکے کون پھر اس دیدۂ خونبار کے پاس

تم جو کہتے ہو نہیں لگتی ہے پانی میں آگ   پھر بھلا کیونکہ لگے دیدۂ تر کو آتش

نہ کوئی لوٹ کر جو اس بت سے ہے مرا اخلاص   ابھی ہوا ہے یہ کر کے خدا خدا اخلاص

بعد مردن کے یہ سوزش دیکھنا | استخواں میری ہما کھاتا نہیں
مت خفا ہو تو مرے آنے سے یار | دل لیے آتا ہے میں آتا نہیں
ہم ہیں وہ صیدِ زبوں صیاد بھی | دام میں اپنے ہمیں لاتا نہیں
عشق میں خوبوں کے اے مفتوں تجھے | کون کہتا ہے کہ تو یکتا نہیں

مت مرا حالِ ناتوانی پوچھ | اے پری اپنی تو کمر کو دیکھ

بھرے ہرگز نہ وصلِ یار سے دل | اگر ہو خضر کی سی زندگانی

سر کعبہ جو ہوئے تو کافر ہوں | یار کے در پہ جبہ سائی ہے

منیر تخلص محمد نام مرد کہن سال است از چند ایام بہ نیابتِ قضائے کھنبایت از سرکارِ نواب صاحب سرفراز اصلش از احمد آباد و از شاگردانِ حضرت سید احمد صاحب مرحوم با مرزا کاظم بخش خلفِ مرزا سلیمان شکوہ تا دہلی گام سنج شدہ بود در فارسی نیز فکر میکند یادداست

نظرِ مہر ہو جو پیر تری اے رشکِ قمر | کب اُسے چاہ ہو پھر یوسفِ کنعانی کی
بیوفائی کا تری شور تھا اک عالم میں | تس پہ دل ہم نے دیا اور یہ نادانی کی
طاقِ ابرو میں صنم کے کیا سجدہ جب سے | کافرِ عشق ہوئے ترکِ مسلمانی کی

منظور تخلص نامش شیخ عبد اللہ عرب نژاد است توطن و تولد در سورت دارد صاحبِ طبعِ ذکا و فکرِ رسا است مثنوی جگر سوز کہ جگر سوزی را بکار بردہ و دادِ قابلیت دادہ از تصنیف اوست بالجملہ دریں فن سلیقۂ شائستہ و قدرتِ پسندیدہ بادست منظورِ نظرِ اہلِ انصاف و کلامش از اعتساف و اعوجاج صاف شاعریست بتہذیبِ اخلاق و مروت

پیراستہ و بادہ صاف خوش کلامی و رنگیں مزاجی آراستہ واز راقم ہم اتفاقِ ملاقات دست دادہ واز شاگردانِ رشید میاں سجو صاحب است از نتائج طبع اوست

نظروں میں پھر رہی ہے جو اک مَہ وش کی شکل — پردہ ہے اپنی چشم کا دامن سحاب کا

انگشت نما کیوں نہ مہِ نو ہو کہ اُس نے — دعویٰ مرے خورشید کے ناخن سے کیا تھا

افراطِ شوقِ وصل نے کارِ عدو کیا — آیا جو خواب میں وہ تو مجھ کو جگا دیا

ہنستا عدو ہے دیکھ اسے جوں شمع روتے ہم — اے رشک تجکو آگ لگے جی جلا دیا

کھاتا ہے حیف حال پہ اب میرے بار بار — شوریدگی نے میری یہ اُس کو مزا دیا

ہے ضعف گو یہ روز کے وہم نسیم نے — اس گل کا میرے ہات سے دامن چھڑا دیا

پرتو ہے جو ہر آنکھ میں خضرِ رہِ دیں کا — جادہ ہے مرا تارِ نظر خلدِ بریں کا

صدقے مہ و خور تجھ پہ ہیں اے کانِ ملاحت — ہے شور جہاں میں ترے حسنِ نمکیں کا

چاندی کے ورق بن گئے منظور یہ دو لب — بوسہ جو لیا رات کو اس ماہ جبیں کا

دریائے اشک شب کو چڑھا تھا جو اوج پر — گرداب ماہ تھا تو ہر اختر حباب تھا

جذبہ عشقِ زلیخا نے بڑھائے دستِ پا — پیرہن آخر ترا اے ماہِ کنعاں پھٹ گیا

مژدہ اے ضعف ہے جو یا ملک الموت مرا — مژدہ اے زیست کہ ہوں اسکی نظر سے غائب

باغ سے عندلیب ہے باغی — دیکھ اس گلعذار کی صورت

جوں سرمہ ہو گئے رہِ اُلفت میں خاک خاک — تس پر بھی ہم سمائے نہیں چشمِ یار میں

لڑکپن میں بھی سودا عشق کا منظور تھا سر میں — کہ حرفِ لام کو میں زلف سمجھا تھا دبستاں میں

گرمیٔ حسن ہے جانسوز رہوں کیونکہ خموش — یادزنِ لب تو نہیں ہے کہ ہلا بھی نہ سکوں

انتظار ایسا ہے جاناں کا کہ نرگس کی طرح — بند ہونے کبھی منظور نہ پائی آنکھیں

کہا کسی سے نہ طوریا جورِ زلف دراز — برنگِ شانہ زباں گو ہزار رکھتے ہیں
نہ جان آئینہ رویوں کی سادگی پہ کہ یہ — وہ با صفا ہیں کہ پنہاں غبار رکھتے ہیں

ضعف ہے یک قلم جدائی میں — سر ہے جوں خامہ خم جدائی میں

سوزِ ہجرِ چشمِ جاناں کو نہیں گریہ سے نقص — آپ دیکھو آتشِ مے کچھ بجھا سکتے نہیں

رشتہ ہے اس پری کی جو زلفِ رسا کے ساتھ — جوں دودِ شمعِ کشتہ ہیں نالے ہوا کے ساتھ
کرتی ہے قتل سادگی تیری بسانِ تیغ — پرواز مرغِ جاں کو ہے رنگِ حنا کے ساتھ
دیکھو ہوائے شوقِ اجابت میں مثلِ خاک — پہنچے ہم آسماں تلک اپنی دعا کے ساتھ
ناطاقتی ہے رو نہ مجھے دم نہ دیجئے — اٹھتا پھروں ہوں جنبشِ لب کی ہوا کے ساتھ

نہ دے ہے بوسہ وہ بت اور نہ منہ سے دے ہے جواب　　سخی سے شوم بھلا جس سے کچھ جواب ملے

دست رس تیرے پاؤں تک ہے اُسے　　خوب مہندی یہ رنگ لائی ہے
شب کہاں جاؤ گے اندھیرے میں　　مسّی ہونٹوں پہ کیوں جمائی ہے
پاؤں آنکھوں سے اُس کے سہلانا　　خوب خدمت یہ ہات آئی ہے

تیرا رونا ہنسی ہے اُس گل کی　　دیکھی منظور آب رو تیری

شب غم بیخودی ہے موت گھر گور　　ہنیں مرغ سحر کم نوحہ گر سے

مبارکباد دی بادِ صبا نے　　ہمیں مارا جو اس نے بادزن سے

عبث دکھاتے ہو آنکھیں لبوں کو چوسونگا　　پیونگا آبِ بقا میں شراب کے بدلے
لکھا لہو سے جو قاتل نے خط میں جان گیا　　پیامبر مجھے لے چل جواب کے بدلے
یقین ہے اسپہ وہ ہو جائیگا خفا منظور　　عدو سے ربط رکھوں اجتناب کے بدلے

کب سُنا اُس نے میرا افسانہ　　تجکو ہم چشم خواب آیا ہے

حرف النون

نادان تخلص شیخ عبادت حسین نام موطنش رام پور است در ایامِ طفولیت
دریں دیار آمدہ متعلق در سواران راجہ دھرم پور شدہ واقعات چند سبب ترک ملازمت

راجہ ممزبور شدہ اکنوں در برودہ رفتہ بسیارے وقت شریکِ مشاعرۂ تازہ مشقانِ سورت می شد لہذا راقمِ حروف شناسائی دارد غرض نادان مرد داناست ازوست

بجز آہ و فغاں کوئی نہ اب مونس ہمارا ہے ۔۔۔ ترا اے آہ بس اس دم فقط ہم کو سہارا ہے

نادر تخلص میراںمان اللہ نام از شعرائے قدیم سورت ہمعصرِ سید عبدالولی عزلت و عبداللہ شاہ تجرد بودہ در فنِ انشا مہارت کلی داشت عمرِ طویل یافتہ و کلامِ او بحکمِ نادر کالمعدوم کمیاب اور است

جب وہ پیارا ناز سے دامن کو جھکا تا چلے ۔۔۔ دل بھی اسکے آگے آگے ٹھوکریں کھاتا چلے

نجف تخلص ناسش خان آقا بن مرزا محمد جان صالش از سورت صاحبِ خلق و اخلاق است عند الملاقات بوضوح پیوست کہ خالی از تعریف نیست از خاندانِ فارس خاں است گاہے بفکرِ ریختہ می پردازد ازطبعزاد اوست

دل ہی داغوں سے چمن ہو تو گلستاں کس کا ۔۔۔ خار ہے ہر بن مو تن پہ بیاباں کس کا

نجف تخلص محمد شفیع نام عرف مرزا نجف خلفِ مرزا نواب از بنی اعمامِ آقا محمد حسین بادشاہی، دیوان بزرگانش از طرف بادشاہانِ دہلی بخدمت دیوانی زین البلاد احمدآباد سرفراز بودند و تاریخِ مرآۃ احمدی تصنیف یکے از اجدادِ اوست مولدش بندر کھنبایت و از تازہ مشقانِ انجاست رسید و رطبعش معلوم می شود و اشعارِ خود اعراض بر میاں سنجو صاحب می کند او راست

باغ داغوں سے ہے بدن اپنا ۔۔۔ آگ سے سبز ہے بدن اپنا
فیضِ وصفِ شہ نجف سے نجف ۔۔۔ بس ہے دُرِّ نجف سخن اپنا

شمع اُس کو دیکھتے ہی خود بخود جلنے لگی ۔۔۔ اُس کے حسنِ گرم میں طرفہ اثر پیدا ہوا

مجھے ہے دورِ قمر سے یہ ہو گیا ثابت | فلک نے چہرے پہ پھینک ہے تیرے مارا چاند

ان کا دشوار تھا آنا یہ وہ آئے ہیں تو اب | مجکو دشوار ہوا آپ ہیں آنا شبِ وصل
آئینہ چھوڑ خدا کے لئے اس بت کو ذرا | کوئی دم ہمکو بھی آنکھیں ہیں لڑانا شبِ وصل
محوِ آرائش اُسے سمجھے نجفؔ ہم نافہم | پیچ تھا یار کی زلفوں کا بنانا شبِ وصل

اُس ہلال ابرو کے ہے جلوے سے گھر گھر چاندنی | ہو گئی اب سب کی نظروں ہیں محقر چاندنی
کیا مجھی کو خاک ہیں ملنے کی ہے وہاں آرزو | خاک پر کرتی ہے اُس کوچے ہیں بستر چاندنی
وہ ہوا شب جلوہ فرما لے نجفؔ جو بام پر | تھا مگر غرہ ولیکن نکلی تسپر چاندنی

نصیری تخلص نواب امین الدین حسین خان مرحوم از امرائے نامی سرکارِ مہاراجہ بڑودہ بنا برغایتِ تشہیر ذکرِ محامدش احتیاجِ تسطیر ندارد در سنہ ثلاث و خمسین و مائتین بعد الالف ماہِ عمرش منخسف گردید و ہم تاریخِ انتقالش غروب ماہ یافتہ شد این شعر بنامش گوش زد یادگارانہ ثبت افتاد

وائے یہ گردشِ طالع کہ شب اس محفل ہیں | پہنچی نوبت جو ہماری تو سبو ٹوٹ گیا

حرف الواو

وحشت تخلص میر نظام الدین از مشاہیرِ ساداتِ و وظیفہ دارانِ قصبۂ اکلیسر من متعلقاتِ سرکارِ بھروچ بودہ در آغازِ جوانی سفرِ عرب وغیرہ ملک کردہ مدتے چند در نجفِ اشرف و کربلائے معلیٰ و دیگر مزاراتِ شریفہ بسر بردہ چند سالست کہ این عالمِ فانی را وداع کردہ صاحبِ دیوانست دیوانش بمطالعہ رسید اگرچہ از رسائی فکر بر اصنافِ سخن عبور بنودہ اما بطرزِ راسخہ ہیچ صنف را نگفتہ معہذا اکثر مضامینِ

دیگران یافتہ شد اشعار نیکو خواندے بدقت تمام ایں دو شعر از دیوانش بہ گردید و دریں اوراق التقاط گردید۔

کردیا بیماریٔ الفت نے جی یہاں تک ملول دردِ دل اظہار در پیش طبیباں ہو گیا

تیری باتوں کا ہے یہ دل مشتاق جی میں آوے سو توں سنایا کر

صبح سے شام تلک شوخ کے در کے آگے سیکڑوں ٹھوکریں کھائیں تو نہ سر کے آگے

وحید تخلص نامیش شیخ وحید الدین خلف شیخ رحیم الدین از اُستادان نام آور احمد آباد بودند ہمچو تخلصِ خود در تدریسِ فارسی وحیدِ وقتِ خویش بودند داں شہر کم کسے باشد کہ نسبتِ شاگردی ازاں مغفور نداشتہ باشد مدتِ مدید صرفِ ما یحتاج از سرکارِ حضرت قاضی محمد صالح قدس سرہٗ میرسید عرصہ پنج شش سالست کہ جہانِ گذراں را وداع فرمودہ بالجملہ صاحبِ اوصاف و اخلاق بودند فقیر ہم وقتِ اقامت بہ احمد آباد بخدمتِ شریفش تحصیلِ فنِ فارسی میکرد اگرچہ فقیر در ہنگام اکتسابِ علمِ فارسی ذکر از کارِ سخن فرمودنِ آں مرحوم نشنیدہ البتہ کہ در فارسی کلامے می گفتند اما بعضے احبا چند ابیاتِ طبع زادِ ایشاں بطریقِ ارمغاں فرستادند بریں یک بیت اکتفا کردہ یادگارانہ ثبت افتاد و آں این است

یہ ہم پہ گردشِ گردوں سے جو ہوا سو ہوا تو اپنے دل میں نہ آزردہ ہو ہوا سو ہوا

ولی تخلص محمد ولی نام مولدش احمد آباد و مدفنش ہم ہماں بلدۂ خجستہ بنیاد و مدفنش مابین مزار موسیٰ سہاگ و شاہی باغ اول کسے کہ آئینۂ سخنِ ہندی را بہ صیقل گریٔ نظم جلا بخشید و ریختہ را بگوہریٔ بلاغت نشانید ہمیں است دریں باب سرگردہ و مقدمۃ الجیشِ جمیعِ شاعرانِ ہند و گجرات است بہ ضمائرِ انجم نظائرِ ناظران

ہوشمند مخفی و محتجب نماند کہ محققانِ ایں فن را درحالِ او اختلاف است کہ آیا ولی از گجرات است ویا از دکھن امّا براقم آثم از زبانی ثقاتِ بلدۂ احمد آباد بہ ثبوت چناں پیوستہ کہ شاعر مزبور از بلدۂ مسطور بودہ وسالہا بدکھن ہم گذرانید واز رسالہ نور المعرفت کہ تصنیف اوست مستفاد می شود کہ از شاگردانِ شاہ گلشن ومرید جناب معارف آگاہ مخدوم العالم مولانا محمد نور الدین صدیقی السہروردی است وخطا کرد میر تقی میر کہ در تذکرہ خود اورا از اورنگ آباد نوشت شاید بریں شعر اورا او دکھن خیال کرد فردہ۔

ولی ایران وتوراں میں ہے مشہور   اگرچہ شاعر ملکِ دکھن ہے

امّا گردہ کہ ولایتِ گجرات بہ نسبتِ دہلی واکبر آباد سمتِ جنوب کہ ہندیان دکھن گویند واقع است۔ وی او ائل عہد فردوس آرامگاہ محمد شاہ دراحمد آباد جاں بجان آفریں سپرد۔ غرضکہ ایں خطہ از فیض بہارِ کلامِ رنگینش   سررشتۂ انصاف از دست ننا پیدا وقطع نظر از محاورۂ ایشاں نظر بہ علو رتبہ مضامینش باید داشت نقل است کہ روزے در محفلِ سخن طرازانِ نکتہ پرداز ونکتہ پردازانِ بذلہ طراز ایاغ رحیق توصیف محمد ولی در گردش بود شخصے از کیفیتِ ایں بادہ ناآشنا زبانِ طعن بر محاورۂ وی دراز گردسانِ کج آہنگی را ساز کردہ یکے ازاں مجمع بدیہۃً ایں مصرع خواند ع

ولی پر جو سخن رکھے اسے شیطان کہتے ہیں

طاعن منفعل وحضرات خوش دل شدند اگرچہ نواب مصطفٰے خاں شیفتہ واعظم الدولہ سرور ذکر ولی را در تذکرۂ خود ہا یاد کردہ مگر ولی از استادانِ مسلّم وشاعرِ قدیم این بلاد است دفعتہً از کوالفش سرمہ بنائے خامہ ریختن خاک درچشم انصاف بیختن است لہٰذا ایں چند اشعار محمد ولی کہ مطابقِ روزمرۂ جدید گجرات است از دیوانش انتخاب کردہ شد

نجاؤں صحنِ گلشن میں کہ خوش آتا نہیں مجکو   بغیر از ماہ رو ہرگز تماشا ماہتابی کا

پریرو کو اُٹھانا نیند میں بیجا ہے اے عاشق　　عجب کچھ لطف رکھتا ہے زمانہ بیخوابی کا

بوالہوس رکھتے ہیں دائم فکرِ رنگِ عاشقاں　　ہے ہوس کے سد البن دل میں تدبیرِ طلا

کان کوئی ہے اس کمر کا پیچ　　جگ نے اس کو سرِ کلام کیا
باعثِ نشئہ دوبالا ہے　　حُسنِ صورت کے ساتھ حُسنِ ادا
ماہِ نو اُن بھووں پہ کرکے نظر　　سوئے مغرب چلا ہے رو بقفا

سخن صاحب سخن کا سننے ملنے کی ہوس مت کر　　جواہر جب ہوئے حاصل تو پھر معدن سوں کیا مطلب

جو سوادِ غمِ عشق میں اس کے　　تختۂ لالہ سے کرو تابوت
اے ولی سبزۂ خطِ دلبر　　خوش نمائی میں ہے خطِ یاقوت

کیا ہے دفع مرے دردِ سر کو رنگنے نے　　ہوا ہے حق میں مرے خونِ دیدہ صندلِ سرخ

سخن شناس کی مجلس میں کم نہیں زرِ زید　　کسی کے مطلبِ رنگیں کو جو کرے ہے شہید

مجکو پہنچی اس شکرلب کی خبر　　حق شکر خورے کو دیتا ہے شکر
راست کیشوں سے اے کماں ابرو　　کج ادائی نہ کر خدا سے ڈر

ہوں گرچہ خاکِ راہ ولے از رہِ ادب　　دامن کو تیرے ہاتھ لگا یا نہیں ہنوز

غنچے کے سر کو دیکھ گریباں ہیں عندلیب
بولے حضورِ خلق ہے یہ انفعالِ محض

عالم کی دوستی سے ہے نفرت ولی کو بس
ہر آشنا کے دم سے گریزاں ہے جوں چراغ

لطیف وقت ہے پر زیب بخشِ مجلس ہے
سدا گلاب ہیں ہرگز نہیں ہے بوئے لطیف

لبِ دلبر پہ جلوہ گر ہے خال
حوضِ کوثر پہ جوں کھڑا ہو بلال

معشوق کو ضرر نہیں عاشق کی راہ سے
بجھتا نہیں ہے بادِ صبا سے چراغِ گل

صنم کے لعل پر وقتِ تکلم
رگِ یاقوت ہے موجِ تبسم

راہِ مضمونِ ناز بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے بابِ سخن
شعر فہموں کی دیکھ کر گرمی
دل ہوا ہے مرا کبابِ سخن

گریۂ عشاق سے خنداں ہے باغِ بزمِ حسن
مغز پروانہ سے روشن ہے چراغِ بزمِ حسن

خوبیٔ اعجازِ حسنِ یار اگر انشا کروں
بے تکلف صفحۂ کاغذ یدِ بیضا کروں
رات کو آؤں اگر تیری گلی میں اے حبیب
ورد بر لب ذکرِ سبحان الذی اسریٰ کروں

فدائے دلبرِ رنگیں ادا ہوں
شہیدِ شاہدِ گلگوں قبا ہوں

کیا ہے ترکِ نرگس کا تماشا　　طلبگارِ نگاہِ باحیا ہوں

کرے غم سے صد برگ صد پارۂ دل　　دکھاؤں اگر چہرۂ زرد کو
رکھا اس دہن کی صفت میں ولی　　ہر ایک فرد میں جوہرِ فرد کو

جو ہو آزارِ عشق سے آگاہ　　وہ زمانہ کا فخرِ رازی ہے

اے دل شتاب چل کہ تماشہ کی بات ہے　　بیٹھا ہے آفتاب نکل آفتاب میں

جا کے پہنچی ہے حدِ ظلمت کو　　بس کہ اُس زُلف میں درازی ہے
تجربے سے مجھے ہوا ظاہر　　نازِ مفہومِ بے نیازی ہے

نہ وہ بالا نہ وہ بالے بلا ہے　　بلائے عاشقاں ناز و ادا ہے

گر تجکو ہے عزمِ سیرِ گلشن　　دروازۂ آئینہ کھلا ہے
اک دل نہیں آرزو سے خالی　　بر جا ہے محال اگر خلا ہے

دیکھ اس کی کلاہِ بارانی　　چاند پر آج ابر آیا ہے

تختِ دل پر خط لکھا ہے یار کو　　داغِ دل مہرِ سرِ مکتوب ہے

اولاً ریحان و آخر لالہ رنگ — ظاہراً برگِ حنا شمشیر ہے
کعبۂ فتح و ظفر میں اے ولی — شکلِ محرابِ دعا شمشیر ہے

غم نہیں مجنوں کو ہرگز اے ولی — خانۂ زنجیر اگر آباد ہے

آج ہر گل نور کی فانوس ہے — کوہ و صحرا صورتِ طاؤس ہے
اے صنم تیرے دہن کے شوق میں — ہر کلی میں نغمہ و ناقوس ہے

سرو کی وارستگی پر کر نظر تو اے ولی — باوجودِ خود نمائی کسقدر آزاد ہے

چہرۂ گلرنگ و زلفِ معنبر دلِ غریبی میں سب — آیتِ جنات تجری تحتہا الانہار ہے

کیا تری زلف کیا تری ابرو — ہر طرف سے مجھے کشاکش ہے

کیا کروں تفسیرِ غم ہر قطرہ اشک — راز کے قرآن کا کشاف ہے

دودِ آتش بنا ہے سرمۂ چشم — داغِ دل دیدۂ سمندر ہے
سادہ رو ہیں ہمیشہ باعزت — آبِ دایم محیطِ گوہر ہے
اے ولی کیا ہے حاجتِ قاصد
نامہ میرا پرِ کبوتر ہے

حرف الہا

ہمرنگ تخلص میر عزیز اللہ نام مزارش در بمبئی واقع است دیگر حالش بوضوح نہ پیوستہ کہ در چہ رنگ بودہ ہذا من افکارہ

وہ قاتل مستِ مے اور فوجِ غمزہ ساتھ تنہا بچایا حق نے ورنہ آج یہ ہمرنگ بسمل تھا

جوں گردِ راہ چلنے میں دامن سے لگ گیا گو تو سفر میں مجکو نہ ہمراہ لے گیا

حرف الیا

یعقوب الموسوم بہ یعقوب علی خاں خلفِ محمد علی خاں از طائفۂ افاغنہ پدرش از بلدۂ رام پور آمدہ در سرکار گائیکواڑ متعلق گردیدہ بحفاظت و حراست قصبۂ دبہوی مامور شد و در ین نواح تولد و نشو نما یافتہ بعد فوتِ پدرش والی برودہ خدمتے کہ برائے والدش بود برو مسلم داشت. در فارسی و گجراتی مہارتِ شائستہ دارد خصوص در موسیقی بلند آوازہ از راقم تعارف جاری است من کلامہ

یعقوب نہ کیوں رکھے عزیز اس کی گلی کو یوسف سے ہزاروں ہی جہاں بن نظر آئے

خاتمہ

المنۃ للہ کہ ایں سوادِ شیریں مقال زیورِ انصرام پوشید و سر مۂ اختتام در چشم کشید کہ بصد ناز و کرشمہ نقاب از رخ برکشود و سرمایۂ سرورِ دل منتظرانِ نزدیک و دور افزود یعنی اوراقِ چند جمع آمد کہ شاہدانِ جادو طرازِ حروفش بسحر پردازی و کرشمہ سنجی تسخیرِ دلِ تماشائیانِ خرد پرور نمودہ و مابین سطورش چشمۂ ایست شیریں کہ تشنہ بیانِ فرہاد منش را سیراب امید ساختہ جہاں سخن را منزلتِ معراجِ کمال محصل و شوق را نقشِ آرزو زیبِ صفحۂ دل جمیلے است پُر از گلہائے دقائق شگفتہ

بتاثیرِ ہوایش غنچۂ تمنا ریان وتازہ نظارگیانِ دشوارپسند دانند کہ ایں دوشیزگانِ معنی اند کہ از نہانخانۂ فطانت برار ایک فصاحت جلوہ گر عشاقِ دردمند فہمند کہ ایں چہ شاہدیست رعنا کہ از پرتوِ انوارِ جمالش دیدۂ ژرف نگاہانِ فراست ارجمند منور بیت

زیں مبارک نامہ کز وے زینتِ عالم بود	دوستاں را شادمانی دشمناں را غم بود

خریطۂ مملو از جواہرِ فصاحت و یواقیتِ بلاغت در نظرِ گوہر شناسانِ باریک بیں گذرانیدم ومقالات مع حالاتِ خرد کیشان طبعِ وقادِ ایں نظم کہ دریں دیارِ خلد آثار نوشتہ نشدہ بر صفحاتِ شمسی وقمری عالم یادگار گذاشتم فرد۔

یارب بکن ایں صحیفہ ام را	مقبولِ طبائعِ سخن داں

نحمد اللہ تعالےٰ اولاً وآخراً علی ما وفق من تسوید ہذہ الصحیفۃ واختتام الاوراق نصلی و نسلم علی رسولہ صاحب المعراج والبراق وعلی آلہ واصحابہ المکارم والاخلاق وجمیع المسلمین لیس من البدعۃ والنفاق

قطعہ تاریخ لمؤلفہ

چونکہ فائق تمام ایں مخزن	ہست مملو ز لولوے لالا
ملہم غیب گفت تاریخش	خوش کتاب است مخزنِ شعرا ۱۲۶۸

قطعہ تاریخ از طبع زاد فصیح زباں میاں سجو صاحب

ہست چہ ایں نسخہ روبروئے نقطہاش	چوں ورقِ انفعال در تہش آمدہ
حمرۂ خجلت بہ نسبت برخِ گلشن ازو	ہر چمن را ز موج چیں بجبیں آمدہ
چادرِ مہتاب ہست ہر ورقِ ایں کتاب	معنیٔ روشن درو ماہ جبیں آمدہ

تذکرۂ فائق است خوب تریں تذکرہ

سالِ تمامش ازیں خوب تریں آمدہ

۱۲۶۸

ولہ تاریخ ثانی

اک میرے مہربان فضیلت شعار ہیں | جن کی شمیم زلف سے گجرات ہے تتار
ہے قلعۂ بھڑوچ کہ ان سے کلہ بر اوج | وہاں زبدہ کو فخر ہے پابوسی حصار
یوں مسند قضائے شریعت کو اُن سے زیب | جوں آسماں کو مہر سے ہے نور و افتخار
لے درس شمس بازغہ کا ان سے آفتاب | بیضاوی سحر کو پڑھے اُن سے روزگار
ہے نور دین احمد مختار ان کی ذات | ہے ان کے نام نامی سے معنی یہ آشکار
اس بحر حلم و علم کی آئی جو جی میں لہر | کی موج خیز طبع رواں کو جو ایک بار
گجرات کے لکھا شعرا کا یہ تذکرہ | کیا تذکرہ خزینۂ دُرہائے آبدار
کی اُن نے شاعروں کو حیات ابد عطا | خضر و مسیح سے بھی نہ ہوتا کبھی یہ کار
سمجھو ہیں اس کو کیوں نہ کہوں گلشن بہشت | ہوگا کبھی خزاں کا نہیں اس میں دخل بار
ہے اس کا ہر ورق ورق گل سے بھی فزوں | کھٹکا کسی کو اس میں نہیں کوئی ایسا خار

گذرا نہ چاہیئے سر انصاف سے تو بس
تاریخ منصفو ہے عیاں باغ نوبہار

قطعہ تاریخ از شیخ نجم الدین مشتاق

ہمہ بستان و گلہا را خزاں است | نہ ایں معنی است در عالم نہفتہ
و لے ایں مخزن شعرائے فایق | نہ باغ است بلکہ مرواریدِ سفتہ
پئے ایں بےخزاں گلدستہ تاریخ
چمن گفتا گل تازہ شگفتہ

قطعہ تاریخ از سید عباس علی شوق

بہ مجموعۂ رنگین فایق | خنک گوئی کہ شد بازار فردوس

برنگینیٔ نظم و نثر برده ٭ سبق بر گلبنِ بیجا رِ فردوس
اگر اہلِ جہاں بینند ایں را ٭ بنا خوبی کنند اقرارِ فردوس

لبِ اہلِ سخن در سال افتاد
بایں بستاں فدا گلزارِ فردوس
۱۲

ولہ تاریخ ثانی

بنا فکرِ عالی سے فایق کی جب ٭ عجب تذکرہ اک پذیرائے طبع
کہے تو نہیں تذکرہ بلکہ یہ ایک ٭ گلستاں ہے جس سے کہ کھل جائے طبع

وہیں شوق نے فکرِ تاریخ کر کے
کہا گلشنِ فرحت افزائے طبع
۱۲

تمت ہذا تذکرہ تاریخ شانزدہم شوال المکرم روز جمعہ سنہ ہزار و دو صد و ہفتاد
من ہجرۃ المبارک در بہند کھرونچ باتمام رسید کاتب
و مولف و مالکہ ہذا ایکے ہست

عبارتے کہ جناب مرزا اسد اللہ خاں صاحب بعد مطالعۂ ایں اوراق
اصلاحِ آں تحریر فرمودہ برائے یادگارے
تحریر می شود

مخدوم و مکرم حضرت قاضی محمد نور الدین حسین خاں بہادر کی خدمت میں عرض ہے کہ برخوردار مرزا شہاب الدین خاں بہادر نے یہ اجزا مجکو دیے نظم سے میں نے بالکل قطع نظر کی۔ کامل صاحب کی نثر جو آغاز میں ہے اس کو بھی نہیں دیکھا صرف آپ کی نثر کو دیکھا اور اس کو موافق حکم آپ کے بعض جا درست کر دیا۔ بعض موقع پر منشائے اصلاح بھی لکھ دیا ہے۔ مجکو یہ پایا نہیں کہ آپ کی نثر میں دخل کروں

بفحوائے الامر فوق الادب حکم بجا لایا ہوں۔ مرحبا آفرین بخدا خوب نثر لکھی ہے اللہ سبحانہ آپ کو مدراج اعلیٰ کو پہنچاوے اور سلامت رکھے۔

مرقومہ دوشنبہ ۱۴ جولائی ۱۸۶۲ سنہ عیسوی
خوشنودی احباب کا طالب
غالب

Anjuman-e-Taraqqi-e-Urdu Series No. 71

Makhzan-i-Shuara

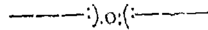
A Biographical Anthology of Urdu Poets of Gujrat

BY

QAZI NURUDDIN HUSAIN KHAN RIZVI FAIQ

Edited by

MOULVI ABDUL HAQ, B. A. (ALIG.)



Printed at the Jamia Press, Delhi

1933